

# میں پاگل دیوانہ تیرا بیبا احمد

<https://famousurdunovels.blogspot.com/>



Biya Ahmed Novels

<http://primenovels.blogspot.com/>

# میں پاگل دیوانہ تیرا

بیہ احمد

"ساری دنیا کے پیچھے اسمارٹ لڑکے دیوانے ہو جاتے ہیں، ایک میں ہوں، کون دیوانہ ہوا  
فیقہ"۔۔۔ وہ جلے تپے انداز میں کہتی پڑا ہٹ کا دروازہ کھول کر اندر آئی۔۔  
"تمہارا مطلب ہے رفیق اجمل"۔۔۔ ثناء نے اُس کی تصحیح کر کے اپنی شامت بھائی۔۔  
"تمہارا کیا وہ چاچے کا پتر ہے جو اتنی ادب سے نام لے رہی ہو"۔۔۔ وہ دروازے پر ہی اُس پر  
چڑھ دوڑی۔۔

"ایکسیوزمی!! راستہ دیں پلیز"۔۔۔ اُن دونوں کے دروازہ بلاک کیے کھڑے ہونے کی وجہ سے  
وہ کب سے اُن کی فضول باتیں سننے پر مجبور تھا۔۔۔ اُن دونوں کی اس کی طرف پشت تھی۔۔



## خوشخبری

اگر آپ لکھ سکتے ہیں اور اپنے اندر کے لکھاری کو باہر لانا چاہتے ہیں تو لکھاری آن لائن میگزین آپ کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بہت اچھا پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ لکھاری آن لائن میگزین کا حصہ بنئے اور آج ہی اپنی تحریر (افسانہ، ناول، ناولٹ، کالم، مضامین، شاعری) اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ آپ کی کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتے کے اندر ہمارے سب ویب بلاگز (ویب سائٹس) اور سوشل میڈیا گروپس اور پیجز پر پبلش کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ابھی رابطہ کریں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- [aatish2kx@gmail.com](mailto:aatish2kx@gmail.com)

Facebook ID :- [www.facebook.com/aatish2k11](https://www.facebook.com/aatish2k11)

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUSSION

"جائیں!! آپ کو میں نے ہاتھ پکڑ کر روکا ہے کیا۔؟"۔۔ وہ پیچھے مڑ کر کہتی پھاڑ کھانے کو دوڑی۔۔

"ایکسیوزمی!!"۔۔ وہ چہرے پر حیرت کے تاثرات لیے ایک دم چہرے کو پیچھے کر کے اس پاگل لڑکی کو دیکھنے لگا۔۔ جو واقعی اس قابل تھی کہ فیتہ اُس پر قربان ہوتا۔۔

"پاگل ہو گئی ہو رانیہ!! اپنے اس عاشق فیتے کا غصہ ان پر کیوں اتار رہی ہو بھلا!!"۔۔ ثناء نے دانت پیس کر کہا پھر سرعت سے اُس کا ہاتھ تھام کر اُسے اپنے پاس کھینچ کر راستہ صاف کیا۔۔

"تھینکس"۔۔ وہ اُس کی بات پر مسکراہٹ ضبط کرتا آگے بڑھا تھا۔۔

"میرے علاوہ سارے ہی تیرے چاچے مامے کے پُتر لگتے ہیں جو سب کی سائیڈ لیتی ہو"۔۔ وہ ہنوز غصے سے بولتی آگے بڑھ کر کرسی پر بیٹھی تھی۔۔ اس بات سے بے خبر کہ وہ عین اُن کے پیچھے والی سیٹ پر بیٹھا اُن کی گفتگو سے مستفید ہو رہا تھا۔۔

"بس مجھے نوکری مل جائے قسم سے ایک لاکھ روپیہ اُس فیتے منحوس کے منہ پر نہ مارے تو میرا نام بھی رانیہ حسن نہیں ہے"۔۔ وہ جوش سے بولی تھی۔۔

"ہاں لوگ تیری بی اے کی ڈگری کے انتظار میں ہی تو بیٹھے ہیں"۔۔ وہ طنزیہ بولی۔۔

"تم اماں جیسی باتیں نہیں کرو، تم لوگ کیا چاہتے ہو ایک لاکھ کے عوض میں اُس منحوس کی بیوی بن جاؤں، جس کو دیکھ کر مجھ۔۔ مجھے۔۔ وہ نم لہجے میں بولی۔۔ وہ چونکا تھا۔۔ ہنستا مُسکراتا لہجہ پل میں سنجیدہ ہوا تھا

"دفع کر اُسے، میری دوست شہزادی ہے اُس کے لیے شہزادہ آئے گا دیکھنا۔۔ ان شاء اللہ۔۔" ثناء کے لہجے میں اُس کیلئے محبت تھی۔۔

"ہینڈ سمس سا شہزادہ بول۔۔ وہ زور سے ہنستی آواز میں بولی۔۔ وہ بھی کھل کر ہنسا تھا۔۔

وہ یہاں اپنی کالج کی فرینڈ عریشہ سے ملنے آیا تھا، جو MBA کرتے ہی شادی کر کے کینیڈا چلی گئی تھی۔۔ کالج میں بلال، نعمان، عریشہ اور اُس کا گروپ تھا، بلال نے پولیس فورس جوائن کی تھی۔۔ عریشہ اور نعمان کی پسند کی شادی ہوئی تھی، اب پانچ سال بعد وہ پاکستان آئی تھی تو اُس سے ملنا چاہا تھا۔۔ نعمان کے پاکستان آنے میں ٹائم تھا۔۔

"میری بات سُنو ایک ریگیولر پزہ منگوانا، میرے پاس صرف آٹھ سو ہیں۔۔" ثناء نے مینیو کارڈ پر نظر دوڑاتے کہا۔۔

"سُونگھنے آنا تھا تو پہلے بتانا تھا ناں۔۔" رانیہ نے تپ کر کہا۔۔ اُس کی بات پر وہ مُسکرایا تھا۔۔

"اس بار اُنہوں نے جو پیسے بھیجے تھے ناں اُس میں سے میں نے جہیز کے لیے سُوٹ لے لیا ہے۔۔۔ وہ شرماتے ہوئے بولی۔۔۔"

"کچھ نہیں آتا تجھے، میرا نکاح ہوا وا ہوتا ناں دہی کے بندے سے تو اب تک بُرج خلیفہ اپنے نام لکھوا لیا ہوتا۔۔۔ وہ مزے سے بولی جب کہ دوسری طرف اُس کی بات پر قہقہہ روکنا مشکل ہوا تھا۔۔۔"

"ہاں تو اپنا فیقہ دل کے ساتھ اپنی دولت بھی تجھ پر قربان کرنے کو تیار ہے۔۔۔ ثنا ہنستے بولی تھی

"اب اگر تو نے اس فیقے کا نام لیا تو تم آج یہاں سے برتن دھو کر جاؤ گی قسم سے لارج پزا آرڈر کر دینا ہے میں نے۔۔۔ اُس کی بڑھکتی ہوئی آواز پر اُس نے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنا قہقہہ ضبط کیا تھا۔۔۔"

دس منٹ کی خاموشی کے بعد اُن کا آرڈر سرو ہوا تھا عیشہ آچکی تھی۔۔۔  
"ہیں!! بھائی آپ سے غلطی ہوئی۔۔۔ ثناء دو ریگیولر پزا دیکھ کر ہکلائی تھی۔۔۔"



## ***Main pagal deewana tera by Biya Ahmed***

"میڈم یہ ہماری نیو آفر ہے ایک پر ایک پڑا فری، بلکہ آج کے دن ہماری برانچ کی ساگرہ کی خوشی میں سارے کسٹمرز کو فری میں پڑہ کھلایا جائے گا۔"۔۔ وہ مسکرا کر کہتا وہاں سے چلتا بنا۔۔

"میری بات سن ثناء کی بچی، میں نے برتن بلکل بھی نہیں دھونے۔"۔۔ رانیہ نے دھائی دی۔۔ وہ عریشہ کے سامنے بمشکل اپنے آپ پر کنٹرول کیے بیٹھا تھا۔۔ عریشہ کا ایک سالہ بیٹا وہاں بیٹھنے کو تیار نہیں تھا وہ اُس سے معذرت کرتی اُٹھی تھی۔۔

"سر آپ کا کام ہو گیا ہے۔"۔۔ ویٹر نے بل لا کر اُس کے سامنے رکھتے دھیرے سے کہا۔۔ اُس نے مسکراتے ہوئے ایک ہزار ٹپ کا رکھا تھا۔۔ پھر عریشہ کو سی آف کرنے باہر کی طرف بڑھا۔۔

اُسے نہیں پتا ستائیس سال کی عمر میں وہ کیوں یہ ٹین اتج حرکت کر بیٹھا تھا۔۔ وجہ گلابی کپڑوں میں ملبوس گلابی سی رانیہ حسن تھی۔۔ جس پر فیکہ تو عاشق ہوا ہی تھا، آج کڑوڑوں کے بزنس کا اکلوتا مالک حیدر رضا بھی فدا ہوا تھا۔۔ بات یہاں تک ختم نہیں ہوئی تھی وہ اُس کے رکشے کا پیچھا کرتے اُس کو گھر بھی چھوڑ آیا تھا۔۔ حیدر رضا تو گیا تھا کام سے۔۔

.....

حسن علی اور شہناز بیگم کے دو بچے تھے۔۔ رانیہ پھر اُس سے ڈھائی سال چھوٹا اریب حسن۔۔ حسن علی کی اچھی گورنمنٹ جاب تھی۔۔ گھر اپنا تھا، ساتھ ہی دو دکانوں کے کرائے آتے تھے۔۔ گھر کے سلسلے میں حسن علی کو اپنے چچازاد بھائی رفیق اجمل سے ایک لاکھ اُدھار لینا پڑا تھا، جو وہ اپنا پلاٹ بیچ کر اُن کو ادا کرنے والے تھے پر قدرت کی ستم ظریفی اُن کا ایکسیڈنٹ ہوا پلاٹ کی ساری رقم اُسی میں لگ گئی، اور وہ جانبر بھی نہ ہو سکے۔۔

ایک سال ہوا تھا اس بات کو، گھر اُسی دکانوں کے کرائے سے چل رہا تھا۔ اُس کا ابھی بی اے کا رزلٹ آیا تھا، اریب انٹر میں تھا جب رفیق اجمل نے اپنی رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا، پر جب بیس سالہ رانیہ پر نظر پڑی تو رانیہ سے شادی کی صورت رقم معاف کرنے پر تیار ہوا تھا اُس کے سختی سے انکار کرنے پر ایک ماہ کی محنت دے گیا تھا۔۔ اب وہ شد و مد سے نوکری ڈھونڈنے میں لگی ہوئی تھی۔۔

.....

"وہ دیکھ رانیہ، تیرا عاشق کھڑا ہے"۔۔ وہ دونوں بازار سے ہلکی پھلکی شاپنگ کر کے واپس آرہی تھیں، جب ثناء نے اُسے ٹھوکا دیا۔۔



"صرف تیری وجہ سے مجھے اپنے چاچا منحوس کی شکل دیکھنے کو ملی ہے۔۔۔ اُس کا منہ حلق تک کڑوا ہوا تھا۔ اُس کے چاچا منحوس کہنے پر ثناء کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ ثناء اپنے بھانجے بھانجیوں کی چاکلیٹ لینے کے لیے راستے میں ہی اتر گئی تھی۔۔

"ایسے منہ پھاڑ کر مت ہنس، وہ اپنا رشتہ پکا سمجھ لے گا۔۔ اُس نے ثناء کے بازو مین چٹکی کاٹی۔۔

"کمینی۔۔ میرے ہنسنے سے اُس کا رشتہ پکا ہونے بھی لگے گاناں تو تیرے چہرے پر اپنی منحوسیت کا عکس دیکھ کر دُکھ سے فوت ہو جائے گا۔۔ وہ اپنا بازو سہلاتی غصے سے بولی، دونوں کی نظریں فیقہ عرف رفیق اجمل پر تھیں۔۔ جو دونوں کی طرف دیکھتے اپنے پان سے لتھڑے دانتوں کی نمائش کر رہا تھا۔۔

"یار فواد بھائی سے کہہ کر دُبئی سے ایک اچھا ٹوتھ بُرش ہی منگوا لے۔۔ رانیہ کو اُس کے دانتوں کو دیکھ کر اُلٹی آئی تھی جیسے۔۔

"ایویں میں تیرے عاشق پر اپنے میاں کی محنت کی کمائی ضائع کر دوں۔۔ ثناء بُرا مان کر بولی۔۔

## ***Main pagal deewana tera by Biya Ahmed***

وہ لوگ فیتے کے قریب پہنچ چکی تھیں، دونوں کو یہیں سے گزر کر گھر جانا تھا اور فیتے صاحب اُس کی راہ میں دیدہ دل رکھے بیٹھا تھا۔

"اوائے سُن رانیہ، تُو نے جو ابھی سُوٹ لیا ہے اُس کا کلر بھی میرون ہے ناں۔۔؟؟"۔۔ ثناء نے اُس کے سر پر قیامت ہی تو ڈھا دی تھی۔

"آگ لگانے والی ہوں، میں اِس سُوٹ کو"۔۔ اپنے ہاتھ میں تھامے سُوٹ پر نگاہ ڈالتے اُس کا صدمے سے بُرا حال ہوا تھا۔ جس پر اُس کا دل آیا تھا اور پیسے جمع کر کر کے اُس نے آج بڑے چاؤ سے خریدہ تھا۔

وجہ سامنے کھڑا فیتہ تھا رانیہ کو میرون کلر سے نفرت محسوس ہوئی تھی جیسے۔۔  
پینتالیس چھیالیس برس کا رفیق اجمل عُر فیتہ میرون کلر کے شلوار قمیض، اُس پر بلیک کلر کی پشاوری چپل، منہ میں دبایا پان، تیل میں لتھڑے بالوں کی بیچ کی مانگ نکالے دانت نکوسے اُس پر قربان جا رہا تھا۔ دونوں کو رُکنا پڑا  
"کیسی ہو میری رانی!!"۔۔ وہ اُسے دیکھ کر آنکھوں میں بہار لاتا بولا۔

"ہم ٹھیک ہیں چاچا منحود۔۔۔"۔۔۔ ثناء کے ٹھوکے سے وہ ایک دم اپنی زبان کو بریک لگا گئی۔۔۔ اُس کے چاچا بولنے پر ایک لمحے کو فیتے کے منہ میں جیسے فنانل کی گولی آئی ہو جیسے، دونوں نے بمشکل اپنی ہنسی روکی تھی۔۔۔

"آؤ ناں میں چھوڑ دوں، یہ میری گاڑی تمہاری ہی تو ہے، کیوں رکشوں بسوں میں دھکے کھاتی ہو۔۔۔؟؟"۔۔۔ وہ اُس پر قربان، جانثار ہوا تھا۔۔۔

اُس نے بمشکل خود کو اُس کا سر پھاڑنے سے روکا تھا

"چاچا وہ سامنے ہی تو گھر ہے"۔۔۔ ثناء نے بات سنبھالی تھی۔۔۔

"وہ دیکھیں چاچا پروین چچی"۔۔۔ فیتے ایسے گھبرا کر مڑا جیسے پیچھے لاوا آرہا ہو اور اُسے جلا کر

راکھ کر دے گا۔۔۔ وہ کہہ کر ثناء کا ہاتھ تھامے تیزی سے آگے بڑھی تھی۔۔۔ اور فیتہ چاچا

منحوس اپنی پیشانی پر پسینے کے قطرے صاف کر رہا تھا جو کہ پروین چچی کے ڈر سے نمودار

ہوئے تھے۔۔۔

"پاگل ہے بلکل"۔۔۔ وہ کھسیاتا ہوا گاڑی میں بیٹھا۔۔۔

.....



"اماں اماں! یہ دیکھیں، یہ چوکیدار دے کر گیا ہے، میری نوکری کا چانس"۔۔ وہ ہاتھ میں ایک کاغذ لہراتی کمرے میں آئی تھی۔۔

"کیا دیوانی ہوئی ہو کیا۔۔؟؟"۔۔ وہ اُس کے اِس طرح چیخنے پر اکثر اُسے دیوانی کہتی تھیں۔۔

"یہ دیکھیں اماں، ان کو اپنے آفیس میں ضرورت ہے، بس میں نے کہہ دیا کل میں یہاں جاؤں گی انٹر ویو دینے"۔۔ وہ ایک عزم سے بولی۔۔

"ہاں جاؤ جاؤ اپیہ، آپ کو شاید معلوم نہیں، ایسے گھر گھر اشتہار کون سی کمپنیاں دیتی ہیں"۔۔ اریب نے اُس کا مذاق اڑایا۔۔ اس نے چندہ پرواہ نہ کی اور کل کے پہننے والے کپڑے دیکھنے لگی۔۔

.....

وہ اِس بڑی سی عمارت کے سامنے سر اٹھائے کھڑی تھی جس کے ماتھے پر حیدر ایٹر پرائیز لکھا تھا۔۔

ر سیشن پر پہنچ کر اُس کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی تھی۔۔

"آپ اندر چلی جائیں"۔۔ اس بات سے بے خبر کہ اور کوئی انٹرویو دینے کیوں نہیں آیا، اُس نے کانپتے ہاتھوں سے دستک دی تھی۔۔

"یس"۔۔ وہ دھڑکتے دل کے ساتھ اندر آئی تھی۔۔ سامنے ہی کوئی ٹانگ پر ٹانگ رکھے دلکشی سے مُسکراتا فون پر بات کر رہا تھا۔۔

"بات بہت آگے نکل گئی ہے"۔۔ اُسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے وہ دوبارہ کھل کر ہنسا تھا۔۔

"جیسا آفیس شاندار ہے ویسا ہی بندہ بھی شاندار ہے"۔۔ اُس نے کن آنکھیوں سے اُس کا جائزہ لیا۔ اُس کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد وہ اب گردن گھمائے کمرے کا جائزہ لے رہی تھی۔ اور وہ اُس کا۔۔

یلو کلر کے چکن کے گرتے اور وائیٹ اسٹریٹ ٹراؤزر اُس پر یلو ہی شیفون چکن کا ڈوپٹہ سلیقے سے گلے اور سینے کو ڈھانپے ہوئے تھا۔۔ وہ سیدھی اُس کے دل میں اتر رہی تھی۔۔ بالوں کو بیچ کی مانگ نکال کر دائیں بائیں سے پن کر کے کر کے کھلا چھوڑا ہوا تھا۔۔

"جی مس"۔۔ وہ اُس کی آواز پر ایک دم سٹپٹا کر سیدھی ہوئی پر ہڑبڑاہٹ میں گود میں رکھی فائل زمین پر گری تھی۔۔ اُس نے بمشکل اپنی ہنسی چھپائی تھی، آخر باس والا رعب بھی تو رکھنا تھا۔۔

"ایسی بھی کیا بدحوسی رانیہ" وہ جھک کر فائل اٹھاتے بڑبڑائی تھی۔۔

"اسلام و علیکم سر"۔۔ اُس نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے سلام کیا۔۔

"وعلیکم اسلام تو مس رانیہ حسن، پہلے کبھی جاب کی ہے"۔۔ وہ اُس کی فائل کو سرسری سا دیکھتے پوچھنے لگا۔۔

"جی نہیں پڑھائی سے جان ہی ابھی چھوٹی ہے"۔۔ وہ سکون کا سانس لیتے بولی اُس کے انداز پر اس بار وہ کھل کر ہنسا تھا۔۔ وہ ایک دم الرٹ ہوئی تھی۔۔

"یہ ہماری کچھ ٹرمز اینڈ کنڈیشنز (شرائط) ہیں، پڑھ لیں اگر منظور ہے تو ایگریمنٹ سائن کر لیں"۔۔ وہ اُس کے آگے دو تین پیپرز رکھ کر اُسے بغور دیکھتا بولا۔۔

"مطلب میری جاب پکی۔۔؟؟"۔۔ وہ فرطِ مسرت سے اُچھلی تھی اُس کی توقع کے عین مطابق اُس نے ایگریمنٹ پڑھنے کی زحمت نہیں کی تھی۔۔

"میرے دل نے تمہیں اپائنٹ کیا ہے، اب اپنے باس کا حکم میں کیسے ٹال سکتا ہوں"۔۔ وہ اُس کے خوشی سے دکتے چہرے کو گرفت میں لیتا چہرے پر مسکراہٹ سجائے گرسی سے ٹیک لگا گیا۔۔



"ایک بار یہ ایگریمنٹ پڑھ لیں۔۔۔ وہ پیپرز کی طرف اشارہ کرتے بولا۔۔۔ وہ پیپرز اٹھا کر پڑھنے کو تھی جب اُس کی اگلی بات پر وہ گنگ رہ گئی۔۔۔

"اس وقت ہم آپ کو پچیس ہزار سیلری پر رکھ رہے ہیں، آگے آپ کا کام دیکھتے۔۔۔"

لیکن وہ اُس کی بات مکمل ہونے سے پہلے بول پڑی۔۔۔

"پچیس ہزار، مطلب۔۔۔ چار مہینوں میں ایک لاکھ۔۔۔" وہ جھوٹ توڑ کرنے لگی، حیدر بغور اُسی کو دیکھ رہا تھا۔۔۔

"مجھے آپ کا ہر ایگریمنٹ منظور ہے، لائیں کہاں کرنے ہیں سائین، پھر میں یہ ایک لاکھ اُس منحوس فیتے کے منہ پر ماروں گی۔۔۔ وہ اُس کی نشاندہی پر بغیر پڑھے سائین کرتے آنے والی سیلری سے مستقبل کی پلیننگ کرنے لگی اور حیدر رضا بمشکل اپنا قہقہہ ضبط کیے ہوئے تھا۔۔۔

"کل آپ اپنا اپائینمنٹ لیٹر ریسپشن سے لے لیجئے گا۔۔۔ وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔۔۔

"کال کتنے بجے آؤں میں۔۔۔؟؟"۔۔۔ وہ کھڑے ہوتے ہوئے فائل کو سینے سے لگائے بچوں کے اشتیاق سے پوچھ رہی تھی۔۔۔

"نائن ٹو فائیو۔۔۔ وہ اپنا موبائل اٹھاتے ہنوز مسکراتے بولا۔۔۔ وہ خوشی خوشی پلٹی تھی

"کل آپ کو آفیس کی گاڑی لینے آئے گی، آپ اپنا نمبر ریسپشن پر لکھوا دیں۔۔۔"

## ***Main pagal deewana tera by Biya Ahmed***

وہ دل ہی دل میں شکرانے کے نفل مانتی باہر نکلی تھی۔۔ اُس کے باہر نکلتے ہی وہ موبائل اٹھاتا زور دار قہقہہ لگا گیا تھا۔۔

"حیدر تو تو گیا میرے یار"۔۔ نعمان جو کب سے ہولڈ پر ساری باتیں سُن رہا تھا، اُس کے حال پر بے پناہ ہنسا تھا۔۔

"اور اگر وہ ایگریمنٹ دیکھ لیتی تو۔۔۔؟؟"۔۔ وہ ہنسی روک کر پوچھ رہا تھا۔۔  
"نہیں دیکھتی مجھے یقین تھا، کیوں کہ اُسے اُس فیتے سے بچنے کے لیے ہر حال میں جاب کرنی ہے"۔۔ لہجے میں یقین تھا۔۔

"فیتہ، تیرے رقیب کا نام کتنا رمینٹک ہے، فیتہ"۔۔ نعمان مزے سے بولا تھا۔۔  
"فیتہ نہیں رفیق اجمل"۔۔ دونوں کا چھت پھاڑ قہقہہ گونجا تھا۔۔

.....

وہ جب سے واپس آئی تھی، پورے گھر میں ڈانس کر رہی تھی۔۔

"اپیہ مجھے تو شک ہو رہا ہے آپ کو پچیس ہزار پر جاب دے رہا ہے، پکا وہ کمپنی کا مالک خود کشی کرنا چاہتا ہے"۔۔ اریب کو یقین ہی نہیں آرہا تھا۔۔

"تم بیٹھے رہنا، مجھے دیکھنا اس جاب سے میں کیا سے کیا ہو جاؤں گی"۔۔ وہ خیالی کالر کھڑے کرتی بولی۔۔

"بیچارہ"۔۔ اریب نے ہاتھ جھاڑے تھے

"کون۔۔؟؟"۔۔ وہ ٹھٹکی۔۔

"آپ کا باس اور کون"۔۔ اُس کی بات پر اُس نے کُشن سے اُس کی پٹائی کردی تھی۔۔

.....

وہ صبح اُٹھی ہی ساڑھے آٹھ بجے تھی۔۔

"شبابشے بیٹا، تمہارے ابا جان کا آفیس ہے ناں، جو تم اپنی مرضی سے اُٹھو گی"۔۔ اماں نے اُسے اڑے ہاتھوں لیا تھا۔۔

"کیا ہے اماں انسان ہوں لیٹ بھی ہو جاتا ہے کبھی بندہ، ویسے بھی مجھ سے نہیں اُٹھا جاتا اتنی صبح"۔۔ وہ جلدی جلدی ہاتھ چلاتی بولی۔۔

"کرلی بیٹا تم نے جاب"۔۔ بیٹی پر افسوس کرتیں وہ کرسی پر بیٹھی تھیں۔۔

"کبھی مطلب پہلے ہی دن"۔۔ اریب کی زبان میں کھجلی ہوئی تھی۔۔ وہ اُس کو ایک دھموکا جڑ کر باہر نکلی تھی۔۔ جہاں ڈرائیور اُس کا ویٹ کر رہا تھا۔۔



وہ پندرہ منٹ لیٹ ہوئی تھی

"میڈم دو اور میڈم کو لینا ہے وہ غصے ہو گئی ہیں"۔۔ ڈرائیور نے اُسے بتانا ضروری سمجھا۔۔  
اُن میں سے ایک میڈم نے اُسے اچھی طرح گھورا تھا۔ اُس نے نظر انداز کیا تھا۔۔  
آفیس پہنچنے پر سب نے اُسے سر سے پاؤں تک دیکھا تھا۔ وہ بیوقوفوں کی طرح کھڑی رہی۔۔

"ہائیں میں تو یہاں کسی کو جانتی ہی نہیں ہوں، میں نے تو اُن کا نام ہی نہیں پوچھا، اب کس سے بات کروں"۔۔ وہ دل ہی دل میں سوچے گئی۔۔  
"جی مس کس سے ملنا ہے آپ کو۔۔؟؟"۔۔ ایک ادھیڑ عمر آدمی نے اُسے سر سے پیر تک گھورا تھا۔۔

"میں وہ مجھے یہاں جاب ملی ہے"۔۔ وہ دل کڑا کر کے بولی۔۔  
"میڈم یہ اتنا بڑا آفیس ہے، ایسے ہی کوئی بھی منہ اٹھا کر بول دے کہ مجھے یہاں جاب مل گئی ہے"۔۔ وہ تمسخر سے بولے تو آس پاس بہت سے لوگوں کے ہنسنے کی آوازیں آئی تھیں۔۔ اُس کا دل دھک سے رہ گیا۔۔

"دیکھیں میں سچ کہہ رہی ہوں، انہوں نے خود میرا انٹرویو لیا تھا، مجھے آج آنے کو کہا تھا۔" وہ روہانے لہجے میں بولی۔ سب کو خود پر ہنستا دیکھ کر اُس کا دل کیا وہ رودے۔۔۔  
"انہوں نے کہیں انہوں نے۔۔؟؟"۔۔ وہی اُدھیر عمر شخص اب اُسے مشکوک نظروں سے دیکھتے بولے۔۔

"کم۔۔ کمپنی کے باس"۔۔ وہ ہکلاتے بولی۔ اُس کی بات پر زور کا تہقہہ پڑا۔۔  
"سر اس کا انٹرویو لیں گے، کہیں کی کوئین ہیں یہ"۔۔ اُن میں سے ایک قدرے ماڈرن لڑکی استہزائیہ انداز میں بولی۔۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں۔۔؟؟"۔۔ بھاری بارعب آواز پر سب ہی الرٹ ہوئے تھے۔۔ سلام کرتے سب ہی اپنی اپنی جگہوں پر گئے تھے۔۔ رانیہ نے آنسو بھری شکوہ کناں نظر اُس پر ڈالی تھی۔۔ کچھ غلط ہو جانے کے احساس سے اُس نے اُسی اُدھیر عمر شخص کو کڑے تیوروں سے گھورا تھا۔۔

"ارشاد صاحب آپ اپنا کام کریں، اور رانیہ آپ میرے ساتھ آئیں"۔۔ وہ دونوں نے کہتا آگے بڑھ گیا تھا۔۔ ارشد صاحب نے اُس کے پیچھے جاتی حیرت سے رانیہ کو گھورا تھا۔۔

.....

## ***Main pagal deewana tera by Biya Ahmed***

"آپ نے مجھے بلا کر بے عزت کرنا تھا تو مجھے بتا دیتے میں کبھی نہ آتی۔۔۔" وہ اُس کے سامنے کرسی پر بیٹھی رونا شروع کر چکی تھی۔۔۔ وہ بُری طرح گڑبڑایا تھا۔۔۔

"دیکھیں مس رانیہ میری بات سنیں پلیز۔۔۔ آپ مجھے بتائیں تو ہوا کیا ہے۔۔۔؟؟" وہ اُس کے رونے پر گھبراتا اُس کو ٹشو پیش کرنے لگا۔۔۔

"جب میں نے کہا مجھے جاب ملی ہے یہاں، وہ بلیو شرٹ والے صاحب بولے میں منہ اٹھا کر آگئی ہوں۔۔۔ بات کے اختتام پر رونا پھر شروع ہوا تھا۔۔۔

"کس نے ارشد صاحب نے۔۔۔؟؟" وہ اب سختی سے پوچھ رہا تھا۔۔۔

"اُن کا نام ارشد ہو یا ارشد بیستی تو اُنہوں نے میری کر ڈالی ناں۔۔۔" وہ اُس کے ہاتھ میں

تھامے ٹشو باکس سے ٹشو نکالتی تڑخ کر بولی تھی۔۔۔ وہ بے ساختہ آئی مُسکراہٹ چھپا گیا۔۔۔

"مجھے اگر آپ کا نام معلوم ہوتا تو کوئی بھی مجھ پر نہیں ہنستا۔۔۔" وہ اب سوں سوں کرتی بولی

اب کے وہ کھل کر ہنسا تھا۔۔۔

"حیدر رضا۔۔۔" وہ ہنس کر بولا تھا۔۔۔

"اب کیا فائدہ اب تو میں نے آپ کو سر ہی بولنا ہے۔۔۔" وہ افسوس سے بولی، اُس کو پھر ہنسی

آئی تھی۔۔۔



"آپ چاہیں تو حیدر بول لیں۔۔۔ وہ بے خودی میں بولا تھا پر وہ اپنی ہی دُھن میں تھی۔۔۔"  
"میرے پاس کوئی ثبوت ہی نہیں تھا، میں واقعی بیوقوف لگ رہی تھی۔۔۔ وہ جس انداز میں بولی وہ قہقہہ لگا گیا، اُس نے بے ساختہ اُسے گھورا تھا۔ اُس کے گھورنے پر وہ ایک دم سیریس ہوا تھا۔۔۔"

"میں نے کیا کہا تھا کل آپ سے، اپنا اپائنمنٹ لیٹر لے لیجئے گا۔۔۔ اُس نے فون پر کسی کو اُس کا اپائنمنٹ لیٹر لانے کو کہا، پھر ارشد صاحب کو اندر آنے کو کہا۔۔۔"  
"جی سر۔۔۔ وہ اجازت لے کر اندر آئے۔۔۔"

"ارشد صاحب یہ رانیہ حسن ہیں، انہیں میں نے جاب پر اپائنمنٹ کیا ہے اور مس رانیہ یہ یہاں کے مینیجر ہیں۔۔۔ تبھی اُس کا اپائنمنٹ لیٹر آیا تھا۔۔۔"  
پھر وہ اُسے خود سارے اسٹاف سے ملوانے لے گیا۔ اُسے اقصیٰ کے برابر والی جگہ دے دی گئی۔۔۔ جو اُس کے ساتھ صبح گاڑی میں بھی تھی۔۔۔ وہ خوش ہوئی تھی۔۔۔"

"مس اقصیٰ آپ مس رانیہ کو کام سمجھا دیجئے گا اور مس رانیہ اگر کوئی ہیلپ چاہیے تو میں یہیں ہوں۔۔۔ وہ مُسکرا کر کہتا واپس اپنے کمرے میں گیا تھا۔ اُسی ماڈرن لڑکی جس کا نام سُمیرا تھا اُسے خطرناک تیوروں سے گھورا تھا۔۔۔"

اُسے جاب کرتے تین دن ہو گئے تھے، یہ تین دن وہ مختلف میٹنگز میں مصروف رہا تھا۔ آج اُس نے اُسے اپنے آفیس میں بلایا تھا۔

"مس رانیہ اپنی پرابلم۔۔؟؟"۔۔ وہ اُس کے ہاتھ سے فائل لیتا پوچھ رہا تھا۔

"نن۔۔ نو سر"۔۔ وہ ڈر کر بولی تھی۔۔ اُس کے ہکھلانے پر فائل کھولتے کھولتے وہ بغور اُسے دیکھنے لگا۔ جو نیچے دیکھنے میں مصروف تھی۔۔ وہ مُسکراتے ہوئے فائل پر نظر دوڑانے لگا۔

"مجھے نہیں آرہا سمجھ، میں نے کوشش کی تھی پر"۔۔ وہ معصومانہ انداز میں بولتی اُسے بہت پیاری لگی تھی۔

"میں نے کہا تو تھا کوئی پرابلم ہو تو مجھ سے کہہ سکتی ہیں آپ"۔۔ وہ نرمی سے کہہ رہا تھا۔

"آپ بڑی تھے"۔۔ وہ دھیرے سے بولی تھی۔۔ وہ مُسکرایا تھا۔

"آپ کے لیے میں کبھی بڑی نہیں ہو سکتا"۔۔ وہ اُس کو دیکھ کر بولا اُس سے پہلے کہ وہ حیران ہوتے کچھ بولتی دروازے پر ناک ہوئی تھی اُس کی اجازت سے سُمیرا اندر آئی تھی۔

"سر آپ کی کافی کا ٹائم ہو رہا ہے"۔۔ وہ اندر آتے ایک ادا سے بولی۔۔ رانیہ نے اُس کے انداز کو بغور دیکھا پھر حیدر کو نوٹ کیا تھا جس کے چہرے پر ایک دم بیزاری چھائی تھی،

ایک دو بار اُس نے غلطی سے سُمیرا سے کافی بنوائی تھی اور غلطی پر غلطی اُس نے اُس کافی کی تعریف کر دی تھی، اب تو وہ روز اُس سے آکر کافی کا کم پوچھتی ادائیں زیادہ دکھاتی۔۔  
"نو مِس سُمیرا آپ اپنی فائل کمپیٹ کر کے مجھے بھجوادیں"۔۔ وہ اپنی مخصوص رعب دار آواز میں بولا تو وہ رانیہ پر ایک کٹیلی نظر ڈالتی وہاں سے چلی گئی تھی۔۔

"رانیہ آپ یہ فائل چھوڑیں، یہ میرے میٹنگ شیڈول ہے، یہ ٹائپ کر کے لے آئیں"۔۔ وہ اُس کو اپنی میٹنگ لسٹ دے کر بولا۔۔ کچھ دیر بعد وہ نعمان کے سامنے اپنے دکھڑے رو رہا تھا

"کچھ دن اور اگر یہ میرے افس میں رہی تو تیرے دوست کا دیوالیہ پکا"۔۔ اُس کی بات پر نعمان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔

.....

"وہ تو میرے ہاتھوں کی کافی پیئے بغیر اپنا کام ہی اسٹارٹ نہیں کرتے"۔۔ وہ اک ادا سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے بولی۔۔ وہ کب سے اُس کی بکواس سُننے اور اُس کی فلمی ادائیں دیکھنے پر مجبور تھی۔۔ لنچ بریک تھا اس لیے سُمیرا کی پرفارمنس جاری تھی۔۔

"سچ کہہ رہی ہے ایک دن تو میں نے بھی دیکھا تھا سر نے اس سے میرے سامنے کافی بنوائی تھی"۔۔۔ اقصیٰ نے اس کے کان میں سرگوشی کی تھی، اس کی گواہ تو وہ خود بھی تھی۔۔۔

"میں نے تو کہہ دیا سر ہمیشہ کے لیے اپنے گھر پر ہی رکھ لیں ناں مجھے، جب چاہیں گے اپنے ہاتھوں سے کافی بنا کر دوں گی"۔۔۔ وہ اب ہنس کر بولی تھی۔۔۔

"اس سے بس بکواس کروا لو جتنی چاہے"۔۔۔ اقصیٰ تپتی تھی  
پر نجانے کیوں اس کا دل جل کر خاک ہوا تھا۔۔۔

.....

وہ عموماً ساڑھے دس گیارہ بجے آفیس آجاتا تھا۔۔۔ آتے ہی اس کی طلبی ہوئی تھی۔۔۔ اسکائی بلیو اور لائیٹ پنک کلر کے کمبینیشن میں وہ اسے تازہ ہوا کا جھونکا لگی۔۔۔

"مس رانیہ زرا ایک کپ کافی بنا دیں گی"۔۔۔ وہ اسے دیکھے بغیر مصروف انداز میں بولا۔۔۔

"میں نے تو کہہ دیا سر ہمیشہ کے لیے اپنے گھر پر ہی رکھ لیں ناں مجھے، جب چاہیں گے اپنے ہاتھوں سے کافی بنا کر دوں گی"۔۔۔ اس کے کانوں میں شوخ سی آواز لہرائی تھی۔۔۔ وہ پھر تپتی تھی۔۔۔



"مجھے نہیں آتی سر، آپ سُمیرا سے بنوائیں"۔۔ وہ جل کر بولی تھی۔۔ وہ ایک دم ہنسا تھا  
مطلب وہ جیسلس ہو رہی تھی۔۔

"میں سکھا دیتا ہوں، وہ وہاں سائیڈ پر کافی میکر ہے وہاں جائیں میں بتاتا ہوں"۔۔ وہ کونے  
میں اشارہ کرتے بولا۔۔

"But sir it's not part of my job"

(لیکن سر یہ میری جاب کا حصہ نہیں ہے)

انداز قدرے نخوت بھرا تھا۔۔ وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔۔

"Miss Rania, it is your job"

(مس رانیہ یہ آپ کی جاب ہی ہے)

وہ از پر زور دیتا جھک کر دراز سے پیپر نکال کر اُس کے سامنے رکھتا بولا۔۔

"یہ وہ ایگریمنٹ ہے جو آپ نے سائن کیا تھا پوائنٹ نمبر فائیو"۔۔ وہ کرسی سے ٹیک لگاتا

اُس کے چہرے کو گرفت میں لیتا مزے سے بولا۔۔

وہ ہونق بنی پیپر تھام گئی۔۔

"مجھے روز کافی بنا کر باس کو پیش کرنی ہوگی۔۔۔ پوائینٹ نمبر فائیو پڑھ کر وہ سب پر نظر دوڑانے کو تھی کہ وہ اُس کے ہاتھ سے پیپرز لے گیا تھا۔۔۔

"بس باقی کے پوائینٹ وقت آنے پر آپ کو پتا چلتے جائیں گے۔۔۔ وہ جیسے ہوش میں آئی تھی۔۔۔

"یہ سراسر دھوکا ہے۔۔۔ اُس کی آواز جیسے کھائی سے آئی تھی

"میں نے دو بار آپ سے کہا تھا پڑھ لیں۔۔۔ وہ اُس کی حالت سے حظ اُٹھاتا بظاہر اطمینان سے بول رہا تھا۔۔۔

"اس میں تو پتا نہیں کیا کیا لکھوا کر آپ نے میرے سائین لیے ہوں گے۔۔۔ وہ صدمے سے بے ہوش ہونے کو تھی۔۔۔

"جلدی کیا ہے پتا چلتا جائے گا آپ کو۔۔۔ وہ ہنسی ضبط کرتے سنجیدگی سے بولا۔۔۔

"اس کی نوبت ہی نہیں آئے گی، میں آج ابھی اسی وقت یہ جاب۔۔۔ وہ جُوش سے بولتی کھڑی ہوئی تھی، جب وہ آرام سے اُس کی بات کاٹ گیا تھا۔۔۔ پیپرز کھول کر دوبارہ اُس کے سامنے رکھتا وہ ایک پوائینٹ پر انگلی رکھ گیا۔۔۔

"پوائنٹ نمبر ٹو، میں یہ جاب تین مہینوں سے پہلے نہیں چھوڑ سکتی، اگر کسی وجہ سے چھوڑی تو مجھے کمپنی کو ایک لاکھ روپیہ دینا ہوگا۔"۔۔ پڑھتے پڑھتے وہ کرسی پر بیٹھتی چلی گئی تھی۔۔۔

رانیہ نے ایک دم بجلی کی تیزی سے پیپرز پر ہاتھ رکھا تھا پر اُس کا نرم و نازک ہاتھ اُس کے بھاری صاف ستھرے ہاتھ پر پڑا تھا۔۔ وہ اُس کے ارادے جان کر پہلے ہی پیپرز پر ہاتھ رکھ گیا تھا۔ اُس نے اپنے ہاتھ کی نیچے اُس کا ہاتھ محسوس کر کے سرعت سے اپنا ہاتھ ہٹایا تھا۔۔۔

کچھ اپنی بے ساختہ حرکت، کچھ اُس کے چہرے پر شرارت بھرے تاثرات اُس کا چہرہ پل میں سُرخ ہوا تھا۔۔

"مس رانیہ وہ رہا کافی میکر"۔۔ وہ ایگریمنٹ کو رول کرتا دلکشی سے مُسکرایا تھا۔۔

اُس کے سمجھانے کے باوجود وہ جیسی کافی بنا کر لائی تھی اُسے وہ پہلا گھونٹ ہی فرش پر میں تھوکتے بنا تھا۔۔

"یہ کیا ہے۔۔؟؟"۔۔ وہ ناگواری سے پوچھ رہا تھا۔۔

"کافی سر، مجھے ایسی ہی کافی بنانی آتی ہے، اور روز آپ کو ایسی ہی کافی ملے گی"۔۔ وہ دلکشی سے مُسکرا کر کہہ رہی تھی۔۔

## Main pagal deewana tera by Biya Ahmed

"منظور ہے۔۔ بشرط یہ کہ روز ملتی رہے۔۔" وہ اُس سے زیادہ دلکشی سے مُسکراتا اُس کے سُندر روپ کو آنکھوں میں بھرتے بولا۔۔ وہ ایک دم لب بھینچ کر مُڑی تھی۔۔ وہ زور سے ہنسا تھا

"اپنی بات پر قائم رہیے گا مس رانیہ۔۔" وہ پیچھے سے بولا تھا اُسی وقت ارشد صاحب ناک کر کے اندر آئے تھے۔۔

اُنہوں نے اُسے اچھی طرح معنی خیزی سے گھورا تھا، اُس سے یہ شخص برداشت نہیں ہوتا تھا، وہ اُن کو اُس سے زیادہ بُری طرح گھورتے باہر نکلی تھی

.....

"اماں کہا بھی تھا، آپ کی پیچی زاد پیاری سی بہن کا صرف گھر ہی بڑا ہے دل نہیں، وہ ہمیں اپنی بڑی سی گاڑی میں کبھی بھی ڈراپ نہیں کرانے والیں۔۔" وہ سڑک کے بچوں بیچ اپنی بھڑاس نکالتی چلتی جا رہی تھی۔۔

اماں کی پیچی زاد اچھے خاصے کھاتے پیتے گھرانے میں شادی ہو کر گئی تھیں، آج اُن کے پوتے کا عقیقہ تھا، وہ ان کے سرسری بلانے پر بھی اُن دونوں کو لے کر پہنچ گئی تھیں، کلفٹن



کے پوش علاقے میں گھر ہونے کے باعث دور دور تک رکشہ ٹیکسی ناپید تھارات کے نو بجنے کو تھے۔۔ وہ لوگ جلدی اٹھ آئے تھے۔۔

جب ایک گاڑی اُن کے پاس آ کر رُکی۔۔ وہ سب رُکے تھے  
"مِس رانیہ!! آپ یہاں"۔۔ وہ اُس کو فیملی کے ساتھ دیکھتا گاڑی سے اُترا تھا  
"جی سر، بس گھر جارہے تھے"۔۔ وہ اِس وقت اُس کو دیکھ کر بالکل بھی خوش نہیں ہوئی  
تھی۔۔

"اسلام و علیکم"۔۔ وہ مودب بنا اماں کو سلام کر رہا تھا۔۔  
"اتنے ہی کوئی شریف ہیں ناں"۔۔ وہ پتی تھی۔۔

"میں رانیہ کا باس ہوں"۔۔ اُسے تعارف کروانے پر آمادہ نہ دیکھ کر وہ خود ہی اپنا تعارف کروا گیا۔۔

"جیتے رہو بیٹا، رانیہ تمہاری بہت تعریفیں کرتی ہے، بہت ہی نیک بچہ ہو"۔۔ وہ اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتیں نہال ہوئی تھیں۔۔ رانیہ نے حیرت سے ماں کو دیکھا تھا اور وہ اُس کی شکل دیکھ کر مسکرایا تھا۔۔

"اسلام و علیکم سر، میں اریب حسن ہوں اسیہ کا چھوٹا بھائی"۔۔ وہ جُوش سے اُس سے ہاتھ ملاتا بولا۔۔ اُس کے گھر والے اُس سے مل کر بہت ہی خوش ہوئے تھے ایک وہی منہ بنائے کھڑی تھی۔۔

"یقین کریں، مجھے آپ سے ملنے کا بہت شوق تھا"۔۔ وہ خوشی سے بولے جا رہا تھا۔۔  
"خبردار جو تم نے کوئی بکواس کی"۔۔ وہ اُس کے کان میں غرائی تھی۔۔ وہ اُس کی نوکری ملنے والے دن کی بات یاد کرتی بولی۔۔ جو اُس کے کانوں نے بھی بخوبی سُن لی تھی۔۔ اُس نے رُخ پھیر کر اپنی مسکراہٹ روکی تھی۔۔

"آئیں میں آپ لوگوں کو ڈراپ کر دیتا ہوں"۔۔ وہ اماں کو دیکھتا اخلاق سے بولا تھا۔۔  
"نہیں سر ہم لوگ خود ہی۔۔"۔۔ اُس سے پہلے وہ جملہ پورا کرتی اماں اُس کی بات کاٹ گئی تھیں۔۔

"بیٹا زحمت تو ہوگی، پر جوان بچی کا ساتھ ہے یہاں تو کوئی سواری بھی نہیں ملنی"۔۔ اماں کو راضی دیکھ کر وہ تمللائی تھی۔۔

"جی زحمت کیسی"۔۔ وہ جوان بچی کے غصے سے سُرخ چہرے پر گہری نظر ڈالتا اماں کے لیے دروازہ کھول گیا۔۔ اریب فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا ایک وہی باہر کھڑی تھی۔۔

"آپ اگر چاہیں تو میں آپ کے لیے بھی دروازہ کھول سکتا ہوں مس رانیہ"۔۔ وہ آنکھوں میں شرارت لیے گویا ہوا۔۔ وہ ایک تیز نظر اُس پر ڈالتی اماں کی طرف سے کھلے دروازے سے بیٹھ گئی تھی۔۔ سارا غصہ دروازے پر نکالا، تب تک وہ ڈرائیونگ سیٹ سنبھال گیا تھا۔۔

"تمیز سے۔۔ بچے کی گاڑی توڑو گی کیا"۔۔ اماں نے اُسے ڈپٹا، وہ کھل کر مسکرایا تھا۔۔

اُس کا دل چاہا اُسے اُسی کی گاڑی سے باہر پھینک دے۔۔

.....

"بیٹا چائے پیئے بغیر تو میں تمہیں جانے نہیں دوں گی"۔۔ اماں نے محبت سے کہا

"نہیں اماں جی پھر کبھی سہی"۔۔ وہ ادب سے بولا۔۔

گاڑی سے اتر کر وہ ادھر ادھر دیکھے بغیر گھر کے اندر چلی گئی تھی۔۔

دس منٹ بعد وہ چینج کینے لاؤنج میں آئی تھی۔۔

"میری بات سُنو ایک نمبر کے فضول انسان ہیں وہ، کوئی ضرورت نہیں ہے تمہیں زیادہ فری ہونے کی، اور اماں میں نے کب آپ سے اُن کی تعریف کی ہے کبھی"۔۔ وہ دونوں ہاتھوں سے بالوں کی اونچی پونی بناتی اِرد گرد دیکھے بغیر بولے جارہی تھی۔۔ اریب کی ڈھیلی ڈھالی

وائیٹ ٹی شرٹ اُس پر بلیک ٹراؤزر پہنے وہ خود سے بھی بے نیاز کسی کی گہری نظروں کے حصار میں تھی۔

"اپیہ کیا کر ہی ہو۔۔۔؟؟"۔۔ اریب مر جانے کو ہوا تھا۔

"سمجھالیں اِس کو اماں"۔۔ وہ صوفے پر بیٹھیں بلا آخر اماں کی گود میں گھسی تھی۔

"رانیہ اُٹھ کر بیٹھو"۔۔ اُن کے مضبوط ہاتھ کا دھموکا اُس کی کمر پر پڑا تھا۔

"اللہ کا خوف کریں اماں اتنی زور سے کون مارتا ہے"۔۔ وہ بلبلا کر اُٹھی تھی۔۔ سامنے نظر

پڑتے ہی اُس کا دل کیا زمین پھٹے اور وہ اُس میں سما جائے۔۔ وہ چائے کا کپ ہاتھ میں لیے

سر نیچا کئیے مسکرانے میں مصروف تھا۔

"اُف"۔۔ وہ خفت سے سُرخ ہوتی ہرنی کی سی تیزی سے وہاں سے بھاگ کر کمرے میں گئی

تھی۔

"معاف کرنا بیٹا یہ میری بیٹی تھوڑی سر پھری سی ہے"۔۔ اماں شرمندگی سے بولیں۔

"کوئی بات نہیں میں نے بُرا نہیں مانا"۔۔ وہ اُن کی پریشانی زائل کرنے کو مسکرایا۔

اپنی بکواس سے زیادہ وہ اپنے حلیے کی وجہ سے قیامت تک دوبارہ اُس کا سامنا نہ ہونے کی

دعائیں کر رہی تھی۔



"رانیہ اُٹھتی ہو یا آؤں میں۔۔؟؟؟"۔۔ اب کے اماں نے واضح دھمکی دی تھی

"اماں میں نے آج نہیں جانا"۔۔ وہ تکیہ سر سے ہٹا کر بولتی دوبارہ منہ پر رکھ گئی۔۔ صبح کے ساڑھے نو بج رہے تھے وہ ساڑھے آٹھ سے اُس کو اُٹھانے کی کوشش کر رہی تھیں

"شبابشے بیٹا، تیرے جیسے لوگ اگر رکھ لیے جائیں ناں تو چل گیا لوگوں کا کاروبار"۔۔ وہ اُس کو اُس کے حال پر چھوڑتے کمرے سے نکل گئیں۔۔

ٹھیک سوا دس بجے اُس کا فون بجا تھا، وہ منہ لپیٹے سوئی رہی فون کرنے والا مُستقل مزاج تھا

شائد، دوسری بار بجنے والی آخری بیل پر اُس نے خراب موڈ کے ساتھ تکیے کے اندر ہی فون کان سے لگایا تھا

"ہیلو"۔۔ خُمار آلود آواز دوسری طرف کسی کا دل دھڑکا گئی۔

"مس رانیہ کہاں ہیں آپ۔۔؟؟"۔۔ سوالیہ انداز میں استفسار کیا گیا۔۔

"اپنے بیڈ میں"۔۔ وہ شائد ابھی تک ہوش میں نہیں آئی تھی۔۔ ایک لمحے کو وہ چُپ ہوا

تھا۔۔

## ***Main pagal deewana tera by Biya Ahmed***

"مس رانیہ"۔۔ اب کی بار وہ اپنی بھاری آواز میں زور سے بولا تھا۔۔ ورنہ دل تو چاہ رہا تھا وہ ایسے ہی خمار الود آواز میں بولتی رہے وہ سُنتا رہے۔۔

"جج۔۔ جی!!"۔۔ وہ ہڑبڑا کر اُٹھی تھی۔۔ فون ہٹا کر نمبر کو غور سے دیکھا وہاں 'سر' لکھا جگمگا رہا تھا۔۔ اُس کے چودہ طبق روشن ہوئے تھے۔۔

"سس۔۔ سر"۔۔ وہ ہکلائی تھی۔۔

"مس رانیہ آج آپ آفیس کیوں نہیں آئیں۔۔؟"۔۔ وہ کڑے تیوروں سے پوچھ رہا تھا۔۔  
"سر میری طبیعت ٹھیک نہیں۔۔"۔۔ وہ نقاہت زدہ آواز میں اُس سے پہلے کہ مزید ڈرامہ کرتی وہ اُس کی بات کاٹ سختی سے کاٹ گیا۔۔

"آپ کی طبیعت مجھے پتا ہے کیوں خراب ہوئی ہے، پندرہ منٹ میں گاڑی آرہی ہے

"I want you in the office within half an hour

(آدھے گھنٹے میں آپ مجھے آفیس میں چاہیے)

وہ فون رکھ چکا تھا۔۔

"کیا مُصیبت ہے، پندرہ منٹ میں ان کی بیوی ہی تیار ہو سکتی ہے میں تو نہیں"۔۔ تکیہ پھینک کر اُس نے دانت پیسے تھے۔۔

گیارہ میں پانچ منٹ تھے جب وہ آفیس پہنچی، وہ جلدی جلدی سیڑھیاں چڑھتی جا رہی تھی جب اوپر سے آتے شخص سے بُری طرح ٹکرائی تھی، اس سے پہلے کہ وہ الٹ کر پیچھے گرتی کسی نے اُسے سرعت سے تھاما تھا۔۔ وہ ایک ہاتھ سے ریلنگ تھام گئی اُسے ٹام کی طرح اپنے سر کے اوپر تارے ناچتے نظر آئے۔۔

"اُف، لوہے کے بنے ہوئے ہیں کیا۔۔؟؟"۔۔ اپنی پیشانی رگڑتی اُس نے سر اٹھایا،  
"لگی تو نہیں۔۔؟؟"۔۔ وہ اُس کے بالکل قریب کھڑا اُسے پُرشوق نظروں سے دیکھتا پوچھ رہا تھا۔ اُس نے بے ساختہ اُس کی پیشانی کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا۔ سامنے اُس کو دیکھ کر اُس نے ہڑبڑا کر پیچھے ہونا چاہا پر کسی چیز نے جیسے اُسے روکا تھا  
وہ جو اب تک سمجھ رہی تھی کہ اُس نے ریلنگ تھام کر خود کو بچایا تھا اُس کی خام خیالی نکلی۔۔

اُس کی کمر کے گرد حیدر رضا کا مضبوط بازو تھا، جس کے سہارے وہ اب تک مزے سے کھڑی تھی۔۔ اُسے جیسے ایک دم کرنٹ لگا تھا۔ اُس نے ایک جھٹکے سے اُس کا حصار توڑ کر

الگ ہونا چاہا تھا پر توازن برقرار نہ رکھنے کی صورت میں وہ پھر پیچھے گرنے کو تھی جب اُس نے سرعت سے اُس کی کلائی تھام کر اُسے اپنی طرف کھینچا تھا۔

اب کی بار رانیہ نے اُس کے کندھے کو تھام کر خود کو اُس سے ٹکرانے سے باز رکھا تھا۔ وہ اچھی خاصی ہواس باختہ ہوئی تھی۔

"لگتا ہے ابھی تک آپ نیند میں ہیں، چائے کافی پی کر ہوش میں آجائیں۔۔ تیس منٹ کے اندر کل والی فائل میرے روم میں لے آئیں۔" وہ اُس کی کلائی چھوڑ اُس کے سُرخ چہرے کو دیکھ کر مُسکرایا تھا، پھر سن گلاس آنکھوں پر لگائے سیڑھیاں اُتر گیا۔ وہ واقعی جیسے اب ہوش میں آئی تھی۔

"بدتمیز، بے شرم۔" اُسے زیر لب گالیاں دیتی وہ اُوپر آئی تھی۔ جب اُس کا سامنا ارشد صاحب سے ہوا تھا۔

"میڈم رانیہ، یہ آپ کا پرسنل آفیس نہیں ہے جو آپ کا جب جی چاہے آپ آئیں، جائیں۔" وہ نئے سرے سے پتی تھی۔



"دیکھیں اس وقت میرا موڈ ٹھیک نہیں ہے، مجھے اپنا کام کرنے دیں۔" وہ انہیں ٹکا سا جواب دیتی آگے بڑھی تھی۔ اُس کی اس دیدہ دلیری پر کئی ایک حیران ہوئے تھے، اور کئی مُسکرائے تھے، اور ارشد صاحب کھسیا کر اپنے کبین کی طرف بڑھے تھے۔

"پتا نہیں کیا سمجھتے ہیں خود کو۔" وہ پرس کو پٹخ کر سیٹ پر گرتے بولی۔

"مزہ آگیا یار، ان کو ایسی ڈوز کی ضرورت تھی۔" اقصیٰ کا دل ارشد صاحب کی دُرگت پر خوش ہوا تھا جب کہ وہ حیدر رضا کو رگید رہی تھی۔

.....

اُس کو آفیس میں آئے پچیس دن ہو گئے تھے۔ ابھی تک وہ کام کے معاملے میں کبھی کبھی اُس کا ضبط آزما جاتی تھی، کوئی اور ہوتا تو وہ کب کا اُسے فارغ کر چکا ہوتا۔ پر یہاں معاملہ دل کا تھا۔ یہاں آکر حیدر رضا خود کو بے بس پاتا تھا۔

"بیٹھیں سامنے تین دن کے کام میں آپ نے ایک ہفتہ لگا دیا۔" وہ منہ بناتی اُس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی، جب اُس کا موبائل بجا تھا۔ اسکرین پر نظر پڑتے ہی وہ بڑی محبت سے مُسکرایا تھا۔ اُس کے مُسکرانے پر اُس کی فائل پر توجہ نہ ہونے پر ہوئی تھی۔

## Main pagal deewana tera by Biya Ahmed

"اسلام و علیکم جانِ من، کیسی ہیں۔۔؟؟"۔۔ وہ گُرسی سے ٹیک لگاتا محبت سے چُور لہجے میں بولا۔۔ اُس کا دل دھڑکا تھا۔۔

"میں بھی ٹھیک ہوں آپ کے پیار کی بدولت"۔۔ وہ ایک نظر اُس کو دیکھ کر بولا جو اُسی کو دیکھ رہی تھی۔۔ وہ گڑبڑا کر فائل کی طرف مُتوجہ ہوئی تھی۔۔ وہ مُسکرایا تھا۔۔

"آجائیں ناں پلیز، آپ کو پتا ہے ناں میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا"۔۔ اب کے وہ جذباتی ہوا تھا۔۔ اُس نے بے ساختہ اُس کی طرف دیکھا تھا پر وہ مُتوجہ نہیں تھا۔۔

"جلدی آجائیں بس، مجھے آپ کے بغیر گھر میں وقت گزارنا مُشکل ہو جاتا ہے"۔۔ وہ نجانے کیوں بے چین ہوئی تھی۔۔ دوسری طرف سے پتا نہیں کیا کہا گیا کہ وہ ایک دم قہقہہ لگا گیا۔۔

"اِس بار جو آپ کی مرضی ہو کریں میرے ساتھ، قسم سے منع نہیں کروں گا"۔۔ وہ خوشگوار لہجے میں کہہ رہا تھا، وہ ایک دم کھڑی ہوئی تھی۔۔ اُسے اپنے احساسات خود سمجھ نہیں آئے تھے۔۔

"اچھا بعد میں بات کرتے ہیں لو یو اللہ حافظ"۔۔

"کیا ہوا۔۔؟؟"۔۔ وہ فون رکھتا حیرت سے پوچھ رہا تھا۔۔

"ایکسیوزمی سر"۔۔ وہ کہتی باہر نکلی تھی۔۔

"یعنی کے محترمہ میں جیسی کے جراثیم بھی پائے جاتے ہیں"۔۔۔ وہ زیرِ لب کہتا مسکرایا تھا۔۔۔

.....

"میری بلا سے کسی بھی کو جانِ من کہیں"۔۔۔ وہ تکیہ گود میں رکھتی، فون پر ثناء سے اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑ رہی تھی۔۔۔

"اگر تمہیں پرواہ نہ ہوتی تو میرے سامنے ایسے جل جل کے نہ مر رہی ہوتی"۔۔۔ وہ اُس کی حالت پر قہقہہ لگاتی بولی۔۔۔

"میری طرف سے وہ جائیں۔۔۔"۔۔۔ جذبات سے بولنا چاہا تھا کہ ثناء نے زور سے اُس کے بات کاٹی تھی

"نہ نہ آگے مت بولنا، میں بھاڑ میں تم دونوں سے ملنے نہیں آنے والی"۔۔۔ اُس کی بات پر اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگتی تھی۔۔۔

"بکو مت تم"۔۔۔ آواز میں دم نہیں تھا اب کی بار

"اوائے ہوئے، مس رانیہ شرما رہی ہیں"۔۔۔ ثناء نے اُسے چھیڑا۔۔۔

"بکو اس بند کرو"۔۔۔ اُس کے کہنے پر وہ قہقہہ لگا گئی۔۔۔ جب باہر سے آتی آواز پر وہ چونکی تھی

"او بھابھی جی، کوئی چائے پانی ہی پوچھ لو"۔۔۔ وہ بلاشبہ رفیقِ اجمل کی آواز تھی۔۔۔

"یہ فیقہ کہاں سے آگیا"۔۔ اُس کے منہ میں کڑوا بادام آیا ہو جیسے

"حیدر رضا کا رقیب"۔۔ وہ مزے سے بولی۔۔

"فل حال تم اپنی بکواس اور فون دونوں بند کرو"۔۔ اُس نے کہنے کے ساتھ ہی فون بند کیا تھا۔۔

"چاچا، چار مہینے میں آپ کو آپ کے پیسے مل جائیں گے"۔۔ وہ باہر آ کر بولی۔۔

"ارے میری رانی پیسے کس نے مانگے ہیں"۔۔ وہ اُس کو لپچائی نظروں سے دیکھتا بولا۔۔

"رانیہ اندر جاؤ تم"۔۔ اماں نے اُسے کڑے تیوروں سے اندر جانے کا کہا تھا۔۔

"اماں آپ چاچا کو بتا دو چار مہینوں میں ان کے پیسے گھر تک آجائیں گے آئندہ یہ یہاں

تشریف نہ لایا کریں"۔۔ وہ اُس کو غصے سے گھورتی کمرے میں گئی تھی۔۔

"سنا ہے رانیہ نے نوکری کر لی ہے، زمانہ بڑا خراب ہے بھابھی جی، اسے گھر پر بٹھائیں، آپ

سے پیسے کس نے مانگے ہیں"۔۔ وہ در پردہ اُن کو رانیہ کے رشتے کا اشارہ دیتا اُن کو پریشانی

میں ڈال کر وہاں سے گیا تھا

.....



"سر یہ آپ کی کافی"-- وہ اُس کے سامنے کافی کا مگ رکھتے بولی۔۔ مرتی کیا نہ کرتی کے  
مُصداق اُسے اُس کی کافی بنانی پڑتی تھی۔۔

"میں آرہا ہوں، گھبرانا نہیں ہے، میں بس پندرہ منٹ میں آیا، کوئی تمہیں کچھ نہیں کہے  
گا۔۔ وہ کسی سے فون پر بات کرتا عجلت میں اُٹھا تھا۔۔ چہرے سے پریشانی ظاہر تھی  
"سر کاف"-- وہ پریشانی سے اُسے پکار بیٹھی تھی۔۔  
"ابھی نہیں! ہاں بلال، ایک ایمر جنسی ہے یار، تم تھانے پہنچو میں بھی آرہا ہوں"-- وہ اُس  
سے کہتا فون پر کسی کو ایک علاقے کے پولیس اسٹیشن آنے کا کہا، وہ علاقہ اُس کا تھا۔۔ رانیہ  
کا دل دھڑکا تھا۔۔

.....

"سر شروعات اس نے کی تھی"-- اریب رفیق اجمل کے بیٹے کو پھر سے آنکھیں دکھاتا  
بولا۔۔

"آرام سے یار"-- وہ اُس کا بازو پکڑ کر بولا۔۔

اُسے تھانے سے فون آیا تھا اریب کے حوالے سے وہ تھانے میں تھا۔۔ وہ پریشانی سے فوراً  
سے بھاگا آیا تھا۔۔

بلال اُس کا دوست اے ایس پی تھا۔ اُس کے کہنے پر وہ بھی فوراً سے پہنچا تھا۔

ہوا یہ تھا کہ اریب کے کالج سے واپسی پر رفیق اجمل کے بیٹے نے اُس پر آواز کسی تھی "تمہاری بہن کو کوئی اور نہیں ملا تھا میرے باپ میں کیا۔۔۔" اُس سے پہلے کے وہ بات پوری کرتا اریب اُس پر پل پڑا تھا۔ لوگوں نے پولیس کو بلا لیا تھا۔ اور اب وہ دونوں تھانے میں تھے۔

تبھی جناب رفیق اجمل صاحب نے تھانے میں قدم رنجہ فرما کر حیدر رضا کو شرف دیدار بخشا تھا۔ اُسے دیکھ کر اُس کا دل بُرا ہوا تھا پتا نہیں وہ کیسے برداشت کرتی ہوگی۔

"ہاں بھئی چھو کرے تیری ہمت کیسی ہوئی میرے بیٹے کو ہاتھ لگانے کی۔۔؟" وہ بد لحاظی سے بولا تھا۔ جب وہ آگے بڑھا۔

"مجھ سے بات کریں۔۔ وہ اریب کے سامنے آیا تھا۔

"تو کون ہے بھئی۔۔؟؟" وہ اُس سے سرتا پیر دیکھ کر بولا پر اندر ہی اندر اُس کی شخصیت سے رفیق اجمل عرف فیکہ خائف ہوا تھا۔

"بڑا بھائی، عزیز کچھ بھی سمجھ لو۔" اُس کے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ وہ چُپ ہو گیا تھا۔

"حیدر کوئی اور بھی مسئلہ ہے کیا۔۔؟؟" وردی میں ملبوس بلال آگے بڑھا

"دیکھیں جی، میرے بیٹے کو غلط فہمی ہوئی ہے، حسن علی تو میرا چچازاد بھائی تھا، اُس کے بچے میرے بھتیجا بھتیجی ہیں"۔۔۔ وہ گھگیا کر بولا۔۔

"اور یہ پیسوں کا کیا مسئلہ ہے۔۔؟؟"۔۔ وہ آج جیسے سارے حساب ختم کرنے کو تھا۔۔  
"وہ جی اس بات کا گواہ تو حسن علی کا بیٹا بھی ہے، اس کے باپ نے مجھ سے ایک لاکھ لیے تھے"۔۔ اریب نے اثبات میں سر ہلایا۔۔

"ٹھیک ہے تمہیں تمہارے پیسے کل تک مل جائیں گے، لیکن تم تھانے میں سب کے سامنے کہو کہ آئندہ تم اُس گھر کی طرف دیکھو گے بھی نہیں"۔۔ اریب نے چونک کر اُسے دیکھا تھا۔۔

.....

وہ اُسے سیدھا گھر لے آیا تھا، اریب کی پھٹی جیب، بکھرے بال گریبان کے ٹوٹے بٹن دیکھ کر وہ دہل گئی تھی۔۔

"یہ یہ کیا ہوا۔۔؟؟"۔۔ دن کا ایک بج رہا تھا وہ اُسے دیکھ کر اچھا خاصہ حیران ہوا تھا۔۔  
کبھی کبھی تو اُسے لگتا وہ اُس کے دل کی طرح آفیس میں بھی مالکانہ حقوق رکھتی ہے، جب چاہے آتی، جب چاہے گھر آجاتی۔۔

وہ اریب کو منع کر گیا تھا سچ بات بتانے سے۔۔

"اپیہ کچھ نہیں ہے میں ٹھیک ہوں، لڑکوں سے لڑائی ہوگئی تھی"۔۔ وہ صوفے پر بیٹھتا بولا  
"لڑکوں سے لڑائی میں تم تھانے پہنچ گئے"۔۔ وہ اُنکھوں میں نمی لیے اُس کے چہرے پر ہاتھ  
پھیرتے بے قراری سے بول رہی تھی۔۔ وہ حیران ہوا تھا۔۔

"آپ اُس وقت اریب سے بات کر رہے تھے ناں، مجھے کیوں نہیں بتایا تھا۔۔؟؟"۔۔ وہ بہتے  
آنسوؤں سے اُس سے شکوہ کرتی حیدر کو بہت اپنی اپنی لگی تھی۔۔

"تم پریشان ہو جاتی، تمہیں میں تھانے لے نہیں جاسکتا تھا اور وہاں اکیلے پریشان بھی چھوڑ  
نہیں سکتا تھا"۔۔ وہ اُس کے آنسو دیکھ کر اپنائیت سے اُسے آپ سے تم کہہ گیا۔۔ لیکن اُس  
کا دھیان اریب کی طرف تھا۔۔

"میرا دل پریشان ہو گیا تھا۔۔ میں گھر آگئی"۔۔ وہ آنسو صاف کرتی اریب کی پیشانی چوم گئی۔۔  
حیدر کے سامنے آج اُس کا محبت بھرا ایک نیا روپ سامنے آیا تھا۔۔ اماں نماز پڑھ کر آئیں  
اُنہیں حیدر نے تسلی دے کر سنبھالا تھا۔۔

.....



"مس رانیہ! انسان کو اپنی حیثیت کے مطابق کام کرنے چاہیے۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں اُسے سر سے پاؤں تک گھورتے بولا۔ وہ حیدر کے کہنے پر فائل لینے اُن کے کیمین میں آئی تھی۔

"بلکل ٹھیک کہا آپ نے ارشد صاحب، اس لیے میں لوگوں کو اُن کی حیثیت کے مطابق عزت دیتی ہوں۔" وہ کہہ کر اُن کے آگے پڑی فائل اٹھا کر آگے بڑھی تھی۔

"آپ جیسی لڑکیاں منہ کے بل گرتی ہیں۔" وہ پیچھے سے زہر خند لہجے میں بولے۔

"جو آپ جیسوں کو منہ لگاتی ہیں وہی منہ کے بل گرتی ہیں۔" وہ پلٹ کر اُن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتی اِرد گرد دیکھے بغیر کیمین سے نکلی تھی۔ وہ جو حسبِ عادت آنفیس کا راونڈ لینے نکلا تھا اُن دونوں کا مکالمہ سنتے ہی وہیں رُک گیا تھا۔

ہر بار حیدر رضا کے سامنے وہ ایک نئے رُوپ میں آ کر اُسے چونکا جاتی تھی۔

اُسے نکلتے دیکھ کر وہ عقب میں ہوا تھا اور وہ غصے میں ہونے کے باعث اُس کو دیکھے بغیر نکلی تھی۔

"ارشد صاحب اُمید ہے آپ کو اپنا جواب مل چکا ہوگا۔" یہ آپ کی پہلی اور آخری وارنگ ہوگی۔" وہ اُن کو سخت لہجے میں کہتا باہر نکلا تھا

.....

"مس رانیہ، یہ میں آپ کو تین بار سمجھا چکا ہوں آپ نے دوبارہ وہی غلطی کی ہے۔" اُس کا اپنا سر پکڑنے کی کسر رہ گئی تھی بس، کیا کام کروائے وہ اُس سے، اُس کو سمجھ ہی نہیں آتا تھا۔

"سر مجھے اقصیٰ نے جو سمجھایا میں نے۔" وہ اُس کا موڈ دیکھتے ہلکے سے بولتے بولتے چُپ ہوئی تھی۔

"اقصیٰ!! سیریلی مس رانیہ۔؟؟"۔۔ وہ حیرت سے پوچھ رہا تھا۔ یعنی باس وہ تھا، اور باس ہونے کے باوجود وہ اُس کو اپنے ساتھ بٹھا کر اپنا سر کھپاتا تھا پر بات اُس نے اقصیٰ کی ماننی تھی۔۔ اب کے وہ مزید بولنے کے بجائے چُپ ہوئی تھی۔

"آپ بس ایک ہی کام اچھا کرتی ہیں وہی کریں پلیز، کافی پلائیں"۔۔ وہ فائل پرے ہٹاتا کر سی سے ٹیک لگا کر بولا۔

یہ بات سو فصد دُرست تھی گو کہ اُسے کافی بنانا حیدر نے ہی سکھائی تھی پر اب وہ بہت اچھی کافی بنا لیتی تھی۔

وہ منہ بنا کر اُٹھی تھی۔۔ دو منٹ ہی گزرے تھے جب آفیس میں کوئی داخل ہوا تھا۔

"اسلام و علیکم بابر صاحب"-- وہ کھڑا ہوتے مُصافحہ کرتے بولا۔۔ اس شخص کو سامنے دیکھ کر وہ بالکل بھی خوش نہیں ہوا تھا۔۔ یہ بزنس حیدر کے والد نے کھڑا کیا تھا اور کسی زمانے میں بابر احمد اور رضا صاحب بزنس پارٹنر تھے، پر اُس کے بزنس میں آنے کے بعد بزنس ترقی کرتا گیا تھا اور رضا صاحب اپنی زندگی میں ہی بابر احمد سے بزنس الگ کر گئے تھے۔۔

اسی باعث اُس کے اور بابر صاحب کے درمیان خوشگوار تعلق نہ ہونے کے برابر تھے۔۔ پر پھر بھی وہ اپنے باپ کی وجہ سے اُس شخص کا احترام کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔۔

"بڑے مزے ہیں تمہارے"-- وہ اُس پر ایک بے باک نظر ڈالتا بولا۔۔ اُس نے ناگواری سے لب بھینچے تھے، وہ اُن دونوں سے بے نیاز کافی بنانے میں مصروف تھی۔۔ تھبی وہ کافی کا ایک کپ لے کر اُن کی جانب آئی تھی۔۔

"سر یہ آپ کی کافی، میں ان کے۔۔۔" وہ بابر احمد کی بے باک نظروں سے بے نیاز کپ اُس کے سامنے رکھتی بولتی جا رہی تھی جب وہ سختی سے اُس کی بات کاٹ گیا۔۔

"مس رانیہ آپ جائیں"-- وہ خود پر ضبط کرتا دھیرے سے بولا۔۔

"لیکن سر یہ آپ کے گیسٹ۔۔"

"I said out!!"

(میں نے کہا باہر جائیں)

وہ دھیمے لہجے میں غرایا تھا۔۔ وہ ایک لمحے کو ٹھٹکی تھی۔۔ بے یقینی سے نم ہوتی آنکھوں سے اُس کی آنکھوں میں دیکھتی باہر بھاگی تھی۔۔

"باہر صاحب میں اپنے آفیس میں آپ کی یہ بیہودگی کبھی برداشت نہیں کروں گا، آپ جاسکتے ہیں۔۔" وہ کھڑے ہوتے ہوئے اُس کو باہر کا راستہ دکھاتا بولا۔۔

"ایک معمولی لڑکی کی خاطر تم میری بے عزتی کر رہے ہو۔۔" وہ سیخ پا ہوتے کھڑا ہوا تھا۔۔  
"کوئی عورت معمولی نہیں ہوتی، اور جو مرد عورت کی عزت کرنا نہ جانتا ہو میرے نزدیک وہ مرد کہلانے کا حق ہی نہیں رکھتا۔۔" وہ واپس چیئر پر بیٹھتا اب کے پُر سکون لہجے میں بولا۔۔  
"یہ باتیں کتابوں میں ہی اچھی لگتی ہیں حیدر رضا۔۔" وہ طنزیہ ہنسا تھا۔۔  
"بلکل جن کا آپ سے دور دور تک واسطہ نہیں پڑا شاید۔۔" وہ مُسکرایا تھا انداز تپانے والا تھا۔۔

"یہ بے عزتی تمہیں مہنگی پڑے گی۔۔" وہ غصے سے کہتا پلٹا تھا۔۔

اُس کی آنسو بھری آنکھیں یاد کر کے اُس نے اپنی ٹانگ پر زور سے مُکا مارا تھا۔۔

.....



"مس رانیہ آج شام ایک important بزنس ڈنر ہے، آپ کو میرے ساتھ چلنا ہوگا۔"۔۔ وہ فائل کو بند کرتے بولا۔۔ یہ اُس سے اگلے دن کی بات تھی۔۔ وہ کل سے سیریس سی اُس کے سامنے تھی۔۔ اُسے وہ ناراضگی میں اور زیادہ پیاری لگی تھی۔۔

"لیکن سر۔۔ میں کیسے جاسکتی ہوں۔"۔۔ وہ ہچکچائی تھی۔۔

"مجھے اتنی رات کی اجازت نہیں ملے گی۔"۔۔ وہ اجازت کا بہانہ بنا کر بولی۔۔ اُسے پتا تھا اماں کبھی بھی اُسے اجازت نہیں دینے والی تھیں۔۔

"ایگریمنٹ کے مطابق پوائنٹ نمب۔۔"۔۔ اُس سے پہلے کہ وہ جھک کر وہ ایگریمنٹ نکالتا وہ چڑ کر بولی تھی۔۔

"کتنے بچے جانا ہے۔۔؟؟"۔۔ وہ تپ کر پوچھ رہی تھی۔۔ وہ اُس کے انداز پر ہنسا تھا۔۔

"ساڑھے سات بجے آفیس کی گاڑی آپ کو لینے آجائے گی"

"نوسر اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اریب کے ساتھ آجاؤں گی۔"۔۔ وہ مزے سے بولی تھی۔۔ اُسے پتا تھا اماں نے اجازت نہیں دینی۔۔ اس بات سے بے خبر کہ وہ اماں سے پوچھ چکا تھا، اریب کے واقعے کے بعد اماں اُس پر واری قربان جا رہی تھیں۔۔

.....

اب وہ وہاں بگڑے بگڑے تیوروں کے ساتھ اریب کے ہمراہ پارکنگ میں موجود تھی۔۔  
اریب نے اُسے فون کیا تھا

"اریب تم ڈرائیور کے ساتھ گھر جاؤ، میں مس رانیہ کو ڈراپ کردوں گا"۔۔ وہ اریب سے بولا  
تھا

"جی سر میں چلا جاتا ہوں"۔۔ اریب کے کہنے پر وہ چونکی تھی۔۔

"لیکن۔۔"۔۔ اُس نے احتجاج کرنا چاہا تھا پر رات کو دیر ہو سکتی تھی اس لیے اریب اُس کی  
مان کر واپسی پر راضی ہوا، اُس کا موڈ کچھ اور خراب ہوا تھا۔ وہ اینٹرنس پر کھڑا اُس کا سُندر  
روپ آنکھوں میں بھر رہا تھا۔ جو اریب کے کان میں پتا نہیں کیا کیا بولے جارہی تھی۔۔  
بوٹل گرین شیفون کا گھٹنوں تک آتا اے لائین فراک جس کی سلیوز اور بارڈر پر ریڈ اور  
گولڈن کلر کی نفیس سی کڑھائی تھی۔۔ بوٹل گرین شیفون کا ہی بڑا سا ڈوپٹہ ہمیشہ کی طرح  
سیلتے سے شانوں پر تھا۔ بالوں کو سائیڈ سے مانگ نکالے دونوں طرف سے پن سے سیٹ کیا  
گیا تھا، باقی کے بال پشت پر بال کھلے تھے۔۔ کانوں میں درمیانی سائز کے جھمکے، ہلکے سے میک  
اپ میں یقینی طور پر وہ اس ماڈرن پارٹی کے لیے مس فٹ تھی پر بلاشبہ وہ حیدر رضا کے دل  
کے تاروں کو چھو گئی تھی۔۔ اُس کے ہونٹوں کو بڑی خوبصورت مسکراہٹ نے چھوا تھا۔۔

"اپیہ جائیں سر بلا رہے ہیں آپ کو، وہ وہاں اینٹرنس پر کھڑے ہیں۔"۔ اریب کے کہنے پر وہ دھرتے دل کے ساتھ آگے بڑھی تھی۔

اُس پر نظر پڑتی ہی اُس کا دل دھڑکا تھا آفیس کی حلیے سے یکسر مختلف پر دل کو جکڑ لینے والے انداز میں وہ اُس کے سامنے تھا۔

بلیک تھری پیس سٹوٹ، ٹائی آج ندرت تھی گریبان کے آگے کے دو بٹن کھلے ہونے کے باعث وہ فارمل حلیے کے باوجود خود سے لا پرواہ پر شاندار لگ رہا تھا۔

پر سب سے حیران کن بات اُس کے ہاتھ میں تھا سگریٹ تھا، اُس نے آفیس میں کبھی سگریٹ نہیں پیا تھا۔ اپنے لیے اُس کی آنکھوں میں واضح حیرانی وہ محسوس کر چکا تھا۔ وہ اُس کے ساتھ اندر آئی تو دھک سے رہ گئی۔

ہر طرف قہقہے لگاتے عورتیں مرد، عورتوں کے شانوں پر ہاتھ رکھے بے باک مرد، زیادہ تر عورتوں کی آستینیں تو آستینیں یہاں آگے پیچھے کندھوں کا حصہ ہی غائب تھا۔ وہ بے آرام ہوئی تھی۔ جب ہی کوئی چالیس کی قریب ایک بہت ہی خوبصورت خاتون ساڑھی میں ملبوس اُن کے پاس آئیں۔ آستینیں اُن کی بھی ندرت تھی۔

## ***Main pagal deewana tera by Biya Ahmed***

"او حیدر ڈارلنگ، تمہیں دیکھ کر ہمیشہ کی طرح مجھے افسوس ہوتا ہے کہ کاش میں بھی سویٹ ٹوئینٹی فائیو ہوتی۔۔۔ وہ بے تکلفی سے اُس کے شانے پر ہاتھ مارتے بولی۔۔۔ وہ خوشگوار قہقہہ لگا گیا۔۔۔

"آپ ہمیشہ خود کو underestimate (کم ظاہر کرنا) کرتی ہیں مسز فیصل۔۔۔ وہ ہنستے ہوئے بے تکلفی سے بولتا اُسے زہر لگا تھا۔۔۔

"Oh wow! pure eastern beauty"

(ارے واہ! خالص مشرقی حُسن)

وہ حیدر کے پہلو میں اُس کو دیکھ کر کہتی اُسے مزید کنفیوژ کر گئی تھیں۔۔۔ پر اُس کا خود کو ایک نظر دیکھ کر قہقہہ لگانے پر وہ بلش ہوئی تھی۔۔۔

"See she is blushing"

(دیکھو یہ شرمارہی ہے)

حیدر کے سامنے اُن کے بے باک انداز پر اُس کا دل کیا وہ غائب ہو جائے۔۔۔

"شکر ہے تم نے بھی اپنے بارے میں سوچا اور

I must say



(میں ضرور کہوں گی)

تم جیسے ہینڈ سَم کے ساتھ ایسی ہی نرم و نازک پیاری سے لڑکی سُوٹ کر سکتی ہے۔۔۔ اُنہوں نے کمال کی بے تکلفی سے اُس کا نرم و نازک سا گال چھو کر کہا۔۔۔ اُس نے سُوٹا کر اُس کو دیکھا تھا جو تردید کرنے کے بجائے خوشدلی سے زور دار قہقہہ لگا گیا۔۔۔

"بد تمیز، بے شرم"۔۔۔ وہ دل ہی دل میں بولی تھی۔۔۔ وہ یہاں آکر حد سے زیادہ گھبرائی ہوئی تھی، پتا نہیں کیوں وہ اُسے یہاں لے کر آ گیا تھا۔۔۔

اور نجانے کیوں حیدر رضا کا دل کیا تھا کہ سب اُس کو اُس کے ساتھ دیکھ کر وہی سمجھے جو مسز فیصل نے سمجھا تھا۔۔۔ اور وہی ہوا تھا آدھے سے زیادہ لڑکیوں میں سے کچھ نے اُس کے معصوم حُسن کے باعث اور کچھ نے اُس کا حیدر رضا کے پہلو میں ہونے کی وجہ سے حسد محسوس کیا تھا۔۔۔

وہ سارا وقت اُس کے ساتھ چپکی رہی تھی۔۔۔ لیکن جہاں وہ کسی مرد کے ساتھ بات کرتا وہ خود پر پڑنے والی بے باک نگاہوں سے تنگ آئی ہوئی تھی اور اُس سے زیادہ بے چین وہ ہو رہا تھا۔۔۔

"آپ یہاں بیٹھیں مس رانیہ"۔۔ وہ اُسے ایک صوفے پر بٹھا کر خود آگے بڑھ گیا۔۔  
"ویسے بزنس پارٹی میں ولیمہ میک اور ہا ہا ہا"۔۔ وہ محترمہ خود آف شولڈر میں ملبوس تھیں۔۔  
"اب یار حیدر رضا جیسے شاندار بندے کے ساتھ آنے کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ آپ کا  
فیشن سینس بھی شاندار ہو جائے"۔۔ دوسری محترمہ نے اُس سے زیادہ اُنچا فہقہہ لگایا، جن  
کی شرٹ اُن کا پیٹ چھپانے کو بھی ناکافی تھا  
"اور آپ اپنی اوقات ہی بھول جائیں"۔۔ تیسری ساڑھی میں ملبوس محترمہ کیوں پیچھے  
رہتیں۔۔

اُس کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔۔ تبھی وہ اُن کے سامنے آیا تھا یقیناً وہ اُن کی ساری بکواس سُن  
چکا تھا، اُس کا دل کیا وہ اُن لڑکیوں کو منہ توڑ جواب دے لیکن وہ خاموش رہا تھا۔۔  
"میرے ساتھ آئیں"۔۔ وہ اُسے اپنے ساتھ آنے کا کہہ کر آگے بڑھنے کو تھا پر اُس کی  
آنکھوں میں نمی دیکھتے رُکا تھا۔۔

"مس صوفی، کسی کے فیشن سینس سے اُس کی حیثیت کا اندازہ لگانا بیوقوفی ہے، میرے  
نزدیک آپ کی زندگی میں کسی کی حیثیت آپ کا دل طے کرتا ہے"۔۔ آخری بات اُس کا  
چہرہ دیکھ کر کہتا وہ اُسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے آگے بڑھا تھا۔۔ اُن تینوں کے منہ

کے بگڑتے زاویے دیکھ کر رانیہ کو انجانی سی خوشی ہوئی تھی۔۔۔ پر اُس کے بولے گئے الفاظ اور اُس پر اُس کا دیکھنا وہ اُبھی تھی۔۔۔

وہ اُسے لیے ایک صوفے پر بیٹھا۔۔۔ اُس کے ہاتھ میں مشروب کا گلاس دیکھ کر وہ ٹھٹھکی تھی۔۔۔

"یہ تو میری سوچ سے بھی زیادہ بے شرم نکلے"۔۔۔ وہ غیر محسوس طریقے سے اُس سے دور ہوئی تھی۔۔۔

"آ۔۔۔ آپ یہ بھی پیتے ہیں"۔۔۔ وہ صدمے سے فوت ہونے کو تھی۔۔۔ اُس کے انداز پر ایک پل کو وہ حیران ہوا تھا ساری بات سمجھ کر اُس نے بمشکل اپنا قہقہہ روکا تھا۔۔۔

"یہ میرا شوق ہے، اور ویسے بھی اب تو ہر کوئی ہی پیتا ہے"۔۔۔ وہ بے نیازی سے کہہ کر آرام سے صوفے پر ٹیک لگاتا گلاس لبوں سے لگا گیا۔۔۔ نظریں اُسی پر تھی، اُس کا دل دھک سے رہ گیا۔۔۔ تبھی ویٹر ٹرے میں وہ مشروب لیے اُس کی طرف بڑھا تھا۔۔۔

"میڈم"۔۔۔ وہ اُس کے آگے ٹرے بڑھائے ہوئے تھا۔۔۔

"نہیں شکریہ میں یہ گندی چیز نہیں پیتی"۔۔۔ وہ ایک جھٹکے سے اُس کو دیکھ کر کھڑے ہوتے ہوئے بولی تھی۔۔۔ اس بار وہ کھل کر ہنسا تھا۔۔۔

"نہیں میڈم آپ غلط سمجھیں یہ تو اپیل جوس ہے، سر کے ہاتھ میں بھی اپیل جوس ہی ہے۔۔۔ وہ اُس پر ایک حیرت بھری نظر ڈال کر کہتا آگے بڑھ گیا۔۔۔ رانیہ نے خفت سے اُسے گھورا تھا جو قہقہہ لگا کر ہنس دیا تھا۔۔۔

"ارے حیدر تم بھی آئے ہو۔۔۔" تبھی کوئی اُس سے آکر ملا تھا۔۔۔ وہ اُس کا پرانا دوست تھا۔۔۔

"یار تم آج تک اپیل جوس پیتے ہو، کمال ہے یار، ایک بار اس کو ہونٹوں سے لگا کر تو دیکھو سب بھول جاؤ گے۔۔۔ وہ اُس کے برابر میں بیٹھتا اُسے اپیل جوس پیتا دیکھ کر ہمیشہ کی طرح اُس پر چوٹ کرتا بولا۔۔۔ اُس کے دل سے بے ساختہ کوئی بوجھ اُترا تھا۔۔۔ حیدر نے شرارت سے اُسے دیکھا تھا پر وہ خراب موڈ کے ساتھ اچانک پلٹی تھی پر سامنے سے آتا ویٹر جان بوجھ کر اُس سے ٹکرایا تھا۔۔۔

جوس اُس کے کپڑوں کو گندا کر گیا تھا۔۔۔ وہ ایک دم چونک کر کھڑا ہوا تھا۔۔۔

"س۔۔۔ سوری میڈم۔۔۔" ویٹر گھرایا تھا

"کوئی بات نہیں، رانیہ تم واش روم میں جا کر صاف کرلو۔۔۔ وہ پہلی بات ویٹر سے کہتا پھر اُس کی طرف متوجہ ہوا تھا وہ ویٹر کے پیچھے واش روم گئی تھی۔۔۔ پر اکیلے جاتے ایک لمحے کو



اُس کا دل پریشان ہوا تھا، پر اُس سے زیادہ عجیب بات اُسے اپنے ساتھ واش روم لے جانا لگا اس لیے وہ چپ چاپ چلی گئی تھی۔

"سرجی اُس کو وہاں پہنچا دیا ہے۔" اُسے اندر پہنچا کر وہ کسی سے فون پر بولا تھا۔

.....

"حیدر رضا کیسے ہو تم۔؟؟"۔۔ اچانک بابر احمد اُس کے سامنے آیا تھا۔

"آج میں تم سے بالکل بھی نہیں الجھوں گا کیوں کہ آج میں بہت خوش ہوں"۔۔ وہ اُم الجبائٹ کو منہ سے لگاتا بولا۔۔ حیدر کو الجھن ہوئی تھی۔

"آپ جیسے لوگ جیسی باتوں پر خوش ہوتے ہیں، اُن باتوں سے شریف لوگ پناہ مانگتے ہیں"۔۔ وہ اُس پر چوٹ کرنے سے باز نہیں آیا۔

"ہا ہا ہا! زندگی تو ہم جیسے شریف لوگوں کی ہی ہے اور بہت جلد اس بات کا احساس تمہیں ہوگا، حیدر رضا"۔۔ وہ بے ہنگم قہقہے لگاتا بولا حیدر کا جی چاہا ایک ہاتھ تو جڑ دے اُس کے منہ پر ایسے ہی خواہ مخواہ۔۔ وہ ویسے ہی خباثت سے ہنستا آگے بڑھا تھا۔ حیدر کی نظروں نے دور تک اُس کا پیچھا کیا تھا۔ وہ آگے جا کر ایک ویٹر کا کندھا تھپتھپا کر ہوٹل کی پچھلی سائیڈ کی طرف بڑھا تھا۔ حیدر نے سر جھٹکا تھا۔

.....

"آجاتے میرے ساتھ تو کیا ہو جاتا، ایک تو واش روم بھی چین میں جا کر بنائے ہیں۔" وہ بڑبڑاتی خود کو شیشے میں دیکھنے لگی۔ ویٹر اُسے پچھلی طرف بنے واش روم میں لے آیا تھا یہ جگہ قدرے سُنسان تھی

"اِس منحوس جگہ پتا نہیں کیوں لے کر آئے ہیں مجھے۔" مسلسل اپنا غصّہ اُس پر نکالتے اُس نے نکلا کھولا تھا۔

"قسمت خراب تھی حیدر رضا کی۔" جب ہی کوئی اُس کے پیچھے آتا شیشے میں نمودار ہوا۔ وہ بے ساختہ پلٹی تھی۔

"کون ہیں آپ۔۔؟؟" اُس کا لہجہ کپکپایا تھا۔

"اتنی جلدی کیا ہے، آج کی رات ہمیں اپنی مہمانی کا موقع دیں، سب بتا دیں گے۔" وہ اُس کو غلیظ نظروں سے دیکھتا اُس کی طرف بڑھا تھا۔

.....

اُسے گئے پانچ منٹ ہو گئے تھے۔

"یہ کہاں رہ گئی"۔۔ وہ ہاتھ میں باندھی گھڑی دیکھتا بڑبڑایا۔۔ وہ اٹھ کر لیڈیز واش روم کی طرف بڑھا تھا۔۔ دو منٹ وہاں انتظار کرتے اُسے کچھ عجیب محسوس ہوا تھا۔۔ ذرا سا جُوس صاف کرنے میں چھ سات منٹ تو نہیں لگتے۔۔

"رانیہ رانیہ۔۔!!"۔۔ وہ بے ساختہ آواز دے گیا پر اندر سے کوئی آہٹ بھی نہیں ہوئی، مزید انتظار کیے بغیر وہ بے دھڑک اندر چلا گیا تھا، وہ کہیں بھی نہیں تھی۔۔ وہ دھک سے رہ گیا۔۔ تبھی اُس کے زہن میں جھماکا ہوا تھا۔۔

"وہ ویٹر وہی تھا بابر۔۔"۔۔ وہ بے اختیار اُٹھتے اشتعال کو دباتا باہر بدحواسی سے ادھر ادھر بھاگا تھا۔۔

اُس ویٹر نے دور سے اُسے دیکھ کر ٹرے رکھ کر دوڑنا چاہا تھا۔۔ پر وہ چپتے کی تیزی سے اُس تک پہنچا تھا۔۔

"میری بات غور سے سُنو میں یہاں کوئی تماشہ نہیں چاہتا، پر اگر چاہتے ہو کہ ساری زندگی جیل میں سڑنا نہ پڑے تو بتاؤ کہاں ہے وہ۔۔؟"۔۔ وہ اُس کے کان کے پاس غرایا تھا۔۔

"مجھ۔۔ مجھے نن۔۔"۔۔ وہ ہکلا یا تھا۔۔

"بکواس بند!! اُسے ہلکی سی بھی خراش آئی ناں تو تمہیں اپنے ہاتھوں سے پھانسی دے دوں گا"۔۔۔ اُس کی جان لیوا دھمکی سے وہ کانپا تھا۔۔۔

.....

"ساری زندگی اُس نے مجھے بے عزت کیا، اب میں اُسے بتاؤں گا بے عزتی ہوتی کیا ہے"۔۔۔ وہ جیب سے موبائل نکالنے لگا۔۔۔

"گاڑی تیار رکھنا"۔۔۔ وہ کسی کو ہدایت کرنے لگا، اسے موبائل پر مُصروف دیکھ کر وہ دروازے کی طرف بھاگی تھی۔۔۔

"بھاگتی کہاں ہے سالی"۔۔۔ وہ پیچھے سے اُس کے بال اپنی مُٹھی میں لیتا بولا تھا۔۔۔ وہ کانپی تھی "آہ! حیدر۔۔۔ حیدر پلیز بچائیں مجھے"۔۔۔ وہ درد سے تڑپی تھی۔۔۔

"ہا ہا ہا تمہارے عاشق کو پتا بھی نہیں چلے گا میں تمہیں لے اڑوں گا"۔۔۔ وہ اُسے پیچھے کی جانب دھک دے کر بولا وہ بے اختیار سلب سے لگی تھی۔۔۔ کہاں چوٹ لگی اُسے کچھ پرواہ نہیں تھی۔۔۔ اُسے اس وقت پرواہ تھی تو اپنی عزت کی۔۔۔

"حیدر آجائیں، ورنہ میں مر جاؤ گی"۔۔۔ وہ سسکی تھی۔۔۔ اُس نے آگے بڑھ کر اُس کے ڈوپٹے کا پلو تھاما تھا۔۔۔ اُس کے حلق سے دلخراش چیخ اُس کے نام کی صورت نکلی تھی۔۔۔



"حیدر!!!!!"۔۔ اُس کی خوف میں ڈوبی آواز نے اُس کے قدموں نے بجلی بھر دی تھی جیسے۔۔  
اُس کے پیچھے دو تین ویٹر اور ہوٹل کا مینیجر تھا۔۔ اُس نے دھاڑ سے دروازہ کھولا تھا۔۔ سامنے  
کے منظر نے حیدر کے جسم میں آگ سی بھر دی تھی۔۔ وہ خباثت سے ہنستا اُس کا دوپٹہ کھینچے  
جارہا تھا۔۔ وہ بے تحاشہ روتے ہوئے ڈوپٹہ کا پلو اپنے سینے لگائے 'حیدر حیدر' بولے جارہی  
تھی۔۔

اُسے دیکھ کر رانیہ کو لگا وہ تپتی دُھوپ سے چھاؤں میں آگئی ہو۔۔ وہ منہ پر ہاتھ رکھ گئی  
تھی۔۔

وہ دانتوں پر دانت جمائے آگے بڑھا تھا بابر کا رُخ اپنی طرف کر کے ایک زور دار مکا اُس  
کے منہ پر مارا تھا وہ اُس کے بھاری ہاتھ کا وار نہ سہتا رانیہ کے قدموں میں گرا تھا۔۔ وہ بے  
اختیار دور ہو کر دیوار سے لگی تھی

"تیری اتنی ہمت!! کمینے انسان آج تک اپنے باپ کا لحاظ کیا تھا میں نے"۔۔ وہ اُسے کالر سے  
پکڑتا کھڑا کرتے اُس کے منہ پر پھر سے مکا مارتا بولا وہ دوبارہ نیچے جا گرا تھا۔۔

"آج بچ جا تو مجھ سے"۔۔ وہ اُس پر بے دریغ لاتے برسانے لگا جب ویٹرز نے پیچھے سے آکر  
بمُشکل اُسے قابو کیا تھا۔۔

"سر سر پلیز سر، یہ مر جائے گا سر"۔۔ مینجر اُس کے آگے آیا تھا۔۔

"تمہارے ہوٹل کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا اگر اس کمینے کو پولیس میں نہ دیا تو"۔۔ جیب سے موبائل نکال کر اُس نے بلال کو فون کیا تھا۔۔

"سر پلیز سر اسے ہم پولیس میں دیں گے سر ہمارے ہوٹل کا نام نہ آئے"۔۔ وہ گڑ گڑایا تھا۔۔ بلال کو آنے کا کہہ کر وہ مینجر کی طرف مڑا۔۔

"لے جاؤ اسے ورنہ ابھی۔۔"

"لے جاؤ اسے"۔۔ مینجر کے کہنے پر ویٹرز اُسے لے گئے مینجر اُس سے پھر سے التجا کر گیا تھا۔۔

"میری گاڑی پچھلی طرف منگوائیں"۔۔ وہ گاڑی کی چابی اُسے تھماتے نمبر بتا کر بولا۔۔

"اور اگر اس واقعے کا ذکر میڈیا میں آیا تو آپ کے ہوٹل کا آخری دن ہو گا"۔۔ وہ دھمکی آمیز لہجے میں بولا۔۔

"بے فکر رہیں سر"۔۔ وہ اُس کو یقین دلاتا باہر نکلا تھا۔۔ سب ہی جا چکے تھے۔۔ حیدر نے

اپنے بالوں کو دونوں ہاتھوں سے پیچھے کر کے گہرا سانس لیا ایک طوفان تھا جو اُسے دہلا گیا تھا جب اُس کی نظر اُس پر پڑی وہ ڈوپٹہ چہرے پر رکھے دیوار سے لگی ہوئی تھی۔۔

"رانیہ"--حیدر نے قریب آ کر دھیرے سے اُسے پکارا تھا۔۔ وہ کچھ بھی کہے بغیر اُس کے سینے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔۔ وہ گہرا سانس لیتا قیمتی متاع کی طرح اُسے اپنی مضبوط بانہوں میں سما گیا تھا۔۔ وہ درحقیقت خود بھی ڈر گیا تھا۔۔

"حیدر"--وہ اُس کی بانہوں میں بکھری تھی۔۔

"بس رانیہ، سب ٹھیک ہے، کچھ نہیں ہوا بس، میں ہوں ناں تمہارے پاس"--وہ اُسے خود سے ہٹاتا اُس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر اُس کے آنسو صاف کرتا بولا۔۔ اُس کا ڈوپٹہ اپنے ہاتھوں سے اُس کے شانوں پر برابر کر کے اپنا کوٹ اُتارتا اُس کے شانوں پر پھیلا کر وہ اُسے اپنے بازو کے حلقے میں لیے باہر لایا تھا۔۔ وہ ہنوز اُس کے کندھے سے لگی سسک رہی تھی۔۔

"اب اگر تم چپ نہ ہوئی تو میں اُسے جان سے۔۔"--وہ جارحیت سے کہتا آگے بڑھا تھا جب وہ بے ساختہ اُس کا ہاتھ تھام گئی تھی۔۔ وہ اُس کی طرف مڑا وہ آنسو ضبط کیے نفی میں سر ہلا رہی تھی۔۔

تبھی بلال وہاں آیا تھا، پیچھے ایک سپاہی نے بابر احمد کو شکنجے میں لیا ہوا تھا۔۔

"یار یہ معاملہ اُچھلے نہ"--وہ اُس سے ہاتھ ملاتا بولا

## Main pagal deewana tera by Biya Ahmed

"فکر نہیں کرو"۔۔ وہ مُسکرا کر کہتا ایک نظر رانیہ کو دیکھ کر بولا جس کے پیچھے اُسکا دوست پاگل ہوا تھا۔۔

"چلو لے جاؤ اُسے"۔۔ بلال اپنے سپاہیوں سے بولا۔۔

"ایک منٹ"۔۔ جب وہ اچانک بولی تھی، اُس کی آواز پر بلال اور حیدر دونوں ہی چونکے تھے وہ بول کر آگے بابر احمد کے پاس بڑھی تھی

"یہ کیا سمجھا تھا، میں اسے ایسے ہی چھوڑ دوں گی"۔۔ اُس سے پہلے وہ دونوں کچھ سمجھتے وہ اُس کے منہ پر اپنے نازک ہاتھ کا زور دار تھپڑ لگا کر دونوں کو حیران کر گئی تھی

"تیرا تو اللہ ہی حافظ"۔۔ سب سے پہلے بلال کو ہوش آیا تھا، وہ قہقہہ لگاتا جلدی سے آگے بڑھ کر اُس کا دوسری تھپڑ کا اٹھا ہاتھ تھام گیا تھا۔۔

"بس جانِ جگر اب بلال کو اپنا کام کرنے دو"۔۔ وہ اُس کے نازک سے ہاتھ کو گرفت میں لیتا پیچھے سے اُس کے کان میں سرگوشی کرتا بولا تھا۔۔

.....

وہ اماں کے گلے لگی پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔۔ وہ شرمندہ شرمندہ سر جھکائے پیچھے تھا۔۔



بڑی مشکلوں سے وہ اُسے سُلا کر باہر آئیں تو وہ اریب کے ساتھ سر جھکائے بیٹھا تھا۔۔ وہ اُس کو دیکھتی چُپ چاپ آ کر صوفے پر بیٹھی تھیں۔۔ وہ اُن کے قدموں میں آ بیٹھا تھا

"میں شائد میں اپنی ذمہ داری ٹھیک سے۔۔"۔۔ اُس کے چہرے ہی سے نہیں بلکہ لہجے میں بھی شرمندگی محسوس کر کے وہ اُس کی بات کاٹ گئی۔۔

"نہیں بیٹا، تم تو میری وہ دعا ہو جو رانیہ کے ابو کے بعد میں نے ان دونوں کی حفاظت کے لیے اللہ سے بے حساب مانگی ہے"۔۔ وہ اُس کے پیشانی چُوم کر بولی تھیں۔۔

"تم نہ ہوتے تو میرا بیٹا شائد جیل میں ہوتا، میری رانیہ کو رفیق لے۔۔"۔۔ وہ روتے بول رہی تھیں، جب جلدی سے وہ اُن کی بات کاٹ گیا۔۔

"ایسے ہی لے جاتا"۔۔ وہ جلدی میں بولتا زبان دانتوں میں دبا گیا پھر اُن کے دونوں ہاتھ تھام کر اُس نے اپنے دل کی مُراد بیان کی۔۔

"میں رانیہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں"۔۔ لمحے بھر کو وہ گنگ ہوئی تھیں، اریب کی بانچھیں پھیلی تھیں، وہ اُچھل کر اماں کے برابر میں آ کر بیٹھا تھا۔۔

"یہ میری سر پھری بیٹی کی خوش نصیبی ہوگی"۔۔ انہوں نے اُس کو بازو سے پکڑ کر اپنے برابر بٹھایا۔۔ اُن کی بات پر وہ ہنسا تھا

"ایک ماں کی التجا ہے بیٹا"۔۔ وہ بے چارگی سے بولیں  
"تھم کریں آپ"۔۔ وہ ادب سے اُن کے سامنے جھکا تھا۔  
"یہ نکاح کل ہو جائے، بیٹا میں بہت ڈر گئی ہوں"۔۔ اُس پر تو جیسے شادی مرگ طاری  
ہو گیا۔۔

"واہ اماں کتنا مزہ آئے گا، سر آپ میرے بھائی بن جائیں گے"۔۔ اریب فرطِ مسرت سے  
بولا تو وہ ہنس دیا تھا۔  
"جیسا آپ کہیں، پر اُس سے پہلے آپ کو میری جانِ من سے بات کرنی ہوگی"۔۔ وہ شرارت  
سے بولا تھا۔ اور جس کی قسمت کا فیصلہ ہوا تھا وہ بے خبر پڑی سو رہی تھی۔  
.....

"میں نہیں کروں گی اُن سے شادی"۔۔ اریب کے بتانے پر اُس نے سر گھر پر اٹھالیا تھا۔  
"مسئلہ کیا ہے یہ تو بتاؤ۔۔؟؟" ثناء کو اماں نے فون کر کے بلا لیا تھا۔  
"کوئی ایک ہو تو بتاؤں۔۔؟"۔۔ وہ اپنی بات پر زور دے کر بولی۔  
"تم دو ہی بتا دو"۔۔ ثناء اطمینان سے بولی۔  
"وہ سگریٹ پیتے ہیں"۔۔ اُس کا رات کا روپ آنکھوں کے سامنے آیا۔

"آج کل لوگ ڈرنک کرتے ہیں، تم سگریٹ کی بات کرتی ہو"۔۔ ثناء نے اُس کی بات ہوا میں اڑائی۔۔

"وہ بد تمیز ہیں، بے شرم ہیں"۔۔ اُسے سیڑھیوں کی ٹکری یاد آئی۔۔

"کیا کیا ہے اُنہوں نے ایسا تمہارے ساتھ"۔۔ ثناء نے کھوجتی نظروں سے دیکھا۔۔

"بس مجھے لگتا ہے کہ وہ بہت بے شرم ہیں"۔۔ وہ غصے سے بولی تھی۔۔

"اچھا تمہارا مطلب رومینٹک ہیں"۔۔ وہ شرارت سے بول کر اُس کا دل دھڑکا گئی تھی۔۔

"بکو مت"۔۔ اُس نے زور سے اُسے چٹکی کاٹی تھی۔۔

"اُن کی زندگی میں پہلے ہی کوئی جانِ من ہے"۔۔ وہ جلے تپے لہجے میں بولی، ثناء کا قہقہہ

بے ساختہ تھا، اُس جانِ من سے تو وہ بھی واقف تھی

"وہ صرف مجھ سے ہمدردی کر رہے ہیں"۔۔ وہ اماں کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر

روہانسی آواز میں بولی۔۔

"ثناء اس کو تیار کر دو بیٹا وہ لوگ آتے ہی ہوں گے"۔۔ وہ ثناء کو کپڑے تھامتے بولیں۔۔

اُس کے احتجاج کی پرواہ کیے بغیر وہ آدھے گھنٹے میں رانیہ حسن سے رانیہ حیدر بن کر اُس کو

اپنے جسم و جان کا مالک بنا گئی۔۔

"رانیہ یہ وہی ہیں، جن کو تم نے پڑا ہٹ میں ڈانٹ دیا تھا"۔ نکاح کے فوراً بعد ثناء نے اُسے بتایا اُس نے اپنے زہن پر زور دیا اُسے اُس کی شکل یاد نہیں آئی۔۔





## خوشخبری

اگر آپ لکھ سکتے ہیں اور اپنے اندر کے لکھاری کو باہر لانا چاہتے ہیں تو لکھاری آن لائن میگزین آپ کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بہت اچھا پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ لکھاری آن لائن میگزین کا حصہ بنئے اور آج ہی اپنی تحریر (افسانہ، ناول، ناولٹ، کالم، مضامین، شاعری) اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ آپ کی کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتے کے اندر ہمارے سب ویب بلاگز (ویب سائٹس) اور سوشل میڈیا گروپس اور پیجز پر پبلش کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ابھی رابطہ کریں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- [aatish2kx@gmail.com](mailto:aatish2kx@gmail.com)

Facebook ID :- [www.facebook.com/aatish2k11](https://www.facebook.com/aatish2k11)

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUSSION

"ہوں گے مجھے کیا"۔۔ وہ بے نیاز بنی۔۔

"بیٹا مجھے سب پتا ہے ہینڈ سم ہیرو مل گیا ہے، دل میں لڈو پھوٹ رہے ہیں"۔۔ اُس کی بات پر اُس نے زور سے ثناء کو تکیہ مارا تھا۔۔

.....

وہ اپنی بات پر قائم تھی، پانچ دن بعد بھی نہ وہ آفیس گئی تھی نہ وہ اُس سے بات کرنے پر تیار ہوئی تھی۔۔

اُس کے آفیس نہ جانے پر تو اماں نے شکر کیا تھا پر اُس کے ضدی روئے پر وہ آگ بگولہ ہوئی تھیں۔۔

لیکن جب اُس کو پتا لگا کہ رفیق اجمل عرف فیتے کو وہ ایک لاکھ اُس نے دیا ہے وہ ہتھے سے ہی اکھڑ گئی۔۔

"میرے ابا نے قرض لیا تھا اُتاروں گی بھی میں، وہ کون ہوتے ہیں۔۔"۔۔ وہ جُوش سے بولتی جا رہی تھی جب اماں نے چپل اٹھائی تھی۔۔

"بس کرو، اب ایک لفظ بھی تمہارے منہ سے نہ نکلے، لحاظ نہیں کروں گی دو لگاؤں گی۔"۔ وہ اُس کی حرکتوں سے عاجز آگئی تھیں۔ اُس وقت تو وہ چُپ ہوگئی تھی پر صبح صبح وہ اپنے وقت پر تیار تھی۔ اماں نے حیرت سے اُسے دیکھا تھا۔ اریب کالج کے لیے نکل گیا تھا۔

"اماں میں آفیس جاؤں گی۔ میں ویسے ہی جاب کروں گی، اور خود اپنے ابا کا قرض اُتاروں گی۔"۔ وہ قطعیت سے بولی تھی

"اب شوہر کے آفیس میں کام کرے گی۔"۔ وہ اپنا سر تھام کر رہ گئیں۔

"وہ میرے شوہر نہیں باس ہیں۔"۔ اُن سے زیادہ اُس نے خود کو تسلی دی تھی۔

"اتنے اچھے بچے کے پلے میں نے اپنی سر پھری بیٹی باندھ دی۔"۔ وہ افسوس میں سر ہلانے

لگیں، اس بات سے بے خبر کہ وہ اچھا بچہ اُن کی سر پھری بیٹی کے پیچھے اچھا خاصا پاگل

دیوانہ ہوا بیٹھا تھا

.....

"مِس رانیہ آپ یہاں۔؟"۔ اُس کا پہلا سامنا ہی ارشد صاحب سے ہو تھا۔ اُس نے بمشکل

خود کو کچھ سخت کہنے سے روکا تھا۔ وہ آج چھ دن بعد آئی تھی۔

"تم نے تو ریزائین دے دیا تھا ناں۔۔؟؟"۔۔ اقصیٰ اُسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی، جب کہ سُمیرا ناگواری سے اُسے گھور رہی تھی۔۔

"کوئی نہیں، ایسے ہی ریزائین دے دوں گی"۔۔ وہ مزے سے بولتی اپنی جگہ پر آئی پر بُری طرح تھٹھکی تھی۔۔ وہاں اُس کی جگہ کوئی اور صاحب تشریف فرما تھے۔۔

"مِس رانیہ اِسے کہتے ہیں منہ کے بل گرنا"۔۔ وہ اس کے قریب آ کر آہستہ سے بولا تھا۔۔ وہ بے ساختہ دور ہوئی تھی۔۔

"یہ تو میں آپ کو دکھاؤں گی منہ کے بل گرنا کہتے کسے ہیں"۔۔ وہ اُن کی آنکھوں میں دیکھتی چیلنجنگ انداز میں بول کر سیڑھیاں اُترتی نیچے آفیس کی پارکنگ میں آئی تھی۔۔ اُس کا دل بھر آیا تھا۔۔

.....

فون کی مُستقل ہوتی بیل سے اُس کی نیند میں خلل پڑا تھا پر وہ ویسے ہی لیٹا رہا۔۔ تیسری بار فون بجنے پر اُس نے کال کاٹ کر موبائل کو آف کرنا چاہا تھا پر اسکرین پر چمکتے نمبر کو دیکھ کر وہ ایک دم ٹھٹھکتے اُٹھ بیٹھا تھا۔۔

"ہیلو"۔۔ اُس نے ٹائم دیکھا ساڑھے نو بج رہے تھے۔۔



"آپ نے میری جگہ کسی اور کو دے دی۔۔۔ نم لہجہ اُس کو حیرت میں ڈال گیا۔۔۔  
"جانِ جگر جو تمہاری جگہ تھی وہی تمہیں دی ہے۔۔۔ وہ شوخ ہوا تھا  
"میں آفیس کی جگہ کی بات کر رہی ہوں۔۔۔ وہ بُری طرح پتی ہوئی تھی اِس وقت۔۔۔ وہ چُونکا  
تھا

"کہاں ہو تم اِس وقت۔۔۔؟؟"  
"آفیس میں ہوں، آپ فوراً سے آفیس پہنچیں۔۔۔ وہ دھونس سے بول کر اُسے حیران کر گئی  
تھی۔۔۔

"تم آفیس میں کیا کر رہی ہو۔۔۔؟؟"  
"جو پہلے کرتی تھی۔۔۔ آپ فوراً سے آفیس آجائیں ورنہ میں آگ لگا دوں گی آپ کے آفیس  
کو۔۔۔ وہ غصے سے بول کر فون رکھ گئی تھی۔۔۔

"اُف مطلب یہ ابھی بھی آفیس آئے گی۔۔۔ آئم سوری بابا، مجھے آپ کا بزنس خطرے میں لگ  
رہا ہے۔۔۔ وہ سر تھام گیا تھا، لیکن پھر اُس کی آخری بات یاد کر کے جلدی سے بلیںکٹ ہٹا کر  
نہانے گھسا تھا۔۔۔

.....

وہ پندرہ منٹ میں آفیس پہنچا تھا وہ اُسے اندر لڑتی ہوئی ملی تھی۔۔

"آپ کے پاس میرے ریزائین یا ٹرینیشن لیٹر کی کاپی ہے ارشد صاحب جو آپ بضد ہیں کہ میں اس آفیس سے نکالی جا چکی ہوں"۔۔ وہ اب کے پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔۔

اُس نے بے ساختہ نظر دوڑائی سب ہی کام سے ہاتھ روکے تماشہ دیکھنے میں مصروف تھے۔۔

"مس رانیہ آپ میرے روم میں آئیں"۔۔ وہ بغیر رُکے اُس سے کہتا آگے بڑھتا چلا گیا تھا۔۔

اُس کی بھاری بارعب آواز پر سب ہی سلام کرتے اپنا اپنا کام سنبھال بیٹھے تھے۔۔

"تم اپنا سامان اٹھاؤ یہ میری جگہ ہے"۔۔ وہ بیچارے نئے آنے والے بندے سے کہتی ارشد صاحب پر قہر برساتی نظر ڈال کر اُس کے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔۔

"آپ کی ہمت کیسے ہوئی میری جگہ کسی اور کو دینے کی"۔۔ وہ غصے سے بولتی اندر داخل ہوئی تھی پر اُسے کمرے کے بیچوں بیچ کھڑے دیکھ کر اُس نے بمشکل خود کو روکا تھا۔۔

"ایسے"۔۔ وہ اُسے کلائی سے تھام کر اپنی طرف کھینچ کر بولا، وہ بے ساختہ اُس سے لگی تھی۔۔

"یہ تمہاری جگہ ہے اور تمہیں ہی دی ہے"۔۔ وہ اُس کی کمر میں بازو جمائل کرتا نرمی سے بولا تھا۔ اُس کی بے باکی پر وہ پوری جان سے لرزی تھی۔۔

"چھچھ۔۔ چھوڑیں مجھے۔۔" وہ اُس کے سینے پر ہاتھ رکھتی خود کو چھڑانے کی کوشش میں مچلی تھی۔۔ اُس کی حالت دیکھ کر وہ ہنستے ہوئے اُسے چھوڑ گیا تھا، پھر واپس اپنی جگہ پر آ کر بیٹھا تھا۔۔

"اچھا بیٹھو اور بتاؤ کیا ہوا ہے۔۔؟؟۔۔ کس بات کا غصہ ہے اپنے بیچارے شوہر پر۔۔" وہ اُس کے سُرخ چہرے کو نظروں کی گرفت میں لیتا بولا۔۔

"کوئی بیچارے نہیں ہیں آپ۔۔" وہ بے ساختہ تپ کر بولی تھی پر اُس کے چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ دیکھ کر وہ سنجیدہ ہوئی تھی۔۔

"آپ نے فیقے کو ایک لاکھ روپے دیئے تھے کیوں۔۔؟؟۔۔" وہ آنکھوں میں سختی لیے پوچھ رہی تھی۔۔

"کیوں کہ اماں تم اریب اب میری ذمہ داری ہو۔۔" وہ مان سے بولا تھا۔۔

"وہ جو بھی ہے پر میں اپنے باپ کا قرض خود ہی اُتاروں گی، میں تین مہینے مزید جاب کروں گی بغیر سیلری کے۔۔" آنکھوں میں عزم لیے بولتی اُس نے اُس کے آگے چیک رکھا۔۔

"تین مہینے بیٹا تیرا بزنس تو گیا۔۔" وہ سر پر ہاتھ پھیرتے رُخ مُوڑ کر بڑبڑایا تھا لیکن پھر سیدھا ہوا تھا۔۔

"یہ کیا ہے۔۔؟؟"۔۔ وہ چیک اٹھاتا بولا، وہ اُس کی پہلی سیلری کا چیک تھا۔

"یہ کیوں۔۔؟؟"۔۔ وہ حیرت سے پوچھ رہا تھا

"یہ پچیس ہزار میں نے آپ کو دے دیئے، باقی آپ کے میرے پاس بچھتر ہزار بچے"۔۔ وہ سوچ کر بولی وہ زور سے ہنسا تھا۔

"یار بیوی سب کچھ تمہارا ہے، یہ بندہ، اِس بندے کا آفیس، اِس بندے کا دل، اِس بندے کی جان۔۔"۔۔ وہ بولتا گیا جب اُس نے گھبرا کر اُس کی بات کاٹی۔

"ایک منٹ۔۔ ایک منٹ!!"۔۔ وہ ہاتھ اٹھا کر زور سے بولی۔

"اِس کے باوجود وہ ایک لاکھ میں دوں گی، آپ میری جگہ خالی کروائیں بس"۔۔ دھونس بھرا لہجا وہ ہنسا تھا۔

اُسے مانتے ہی بنی۔۔

"تمہیں میں نئی ڈیسک سیٹ کروا دیتا ہوں"۔۔ وہ فون اٹھا کر بولا۔

"نہیں آپ اُس کو نئی جگہ دیں، وہ میری جگہ ہے"۔۔ وہ ضد سے بولی۔

"ارشاد صاحب میرے روم میں آئیں"۔۔ کچھ سکینڈ میں وہ حاضر تھے۔

"جی سر"۔۔ وہ اُس پر ایک نظر ڈالتے بولے



"ارشاد صاحب فیضان کو نئی ڈیسک سیٹ کر کے دے دیں وہ رانیہ کی جگہ ہے۔۔" اُس کی بات پر اُس نے مزے سے ارشد صاحب کے حیرت بھرے چہرے کو دیکھا تھا۔۔

"جی بیوی اور کوئی حکم بندہ حاضر ہے۔۔" وہ اُس کو محبت سے دیکھتا سر کو جھکا کر بولا۔۔

"میں مس رانیہ ہوں، اور مجھے آپ بولیں، زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔" وہ انگلی اٹھا کر کہتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔۔ وہ اُس کے انداز پر بے ساختہ قہقہہ لگا گیا تھا۔۔

"مس رانیہ کافی بنا کر لائیں جلدی سے۔۔" وہ شرارت سے بولا تھا۔۔

"میں اُس ایگریمنٹ کو آگ لگانے والی ہوں۔۔" وہ کہہ کر باہر نکلی تھی۔۔ وہ پھر قہقہہ لگانے پر مجبور ہوا تھا۔۔

"محترمہ نے مجھے شوہر بننے نہیں دینا پر خود بیوی بن کر میرے سینے پر چڑھ کر حکم چلانا ہے۔۔" کچھ دیر بعد وہ نعمان کے سامنے اپنے دکھڑے رورو کر اُس کے پیٹ میں درد کروا رہا تھا۔۔

.....

"دن میں صرف دو کپ پیتا ہوں۔۔" وہ گُرسی سے ٹیک لگاتا فون پر بات کرتا بولا نظریں اُس پر تھیں جو سامنے سے کافی لارہی تھی۔۔

"سیریلی جانِ من کوئی آپ جیسی کافی بناتا ہی نہیں ہے، میں تو ترس گیا آپ کے ہاتھ کی کافی پینے کو"۔۔ اُس نے کپ زور سے ٹیبل پر رکھا۔۔ وہ بے اختیار مسکرایا تھا۔۔

"جب پہلے ہی کوئی جانِ من تھی تو میری قسمت کیوں پھوڑی"۔۔ وہ جلے تپے انداز میں زور سے بڑبڑا کر آگے بڑھنے کو تھی جب پاؤں کی آخری انگلی نے اپنی روایت نبھائی تھی۔۔

"آؤچ"۔۔ وہ اپنا پاؤں پکڑے بے اختیار نیچے بیٹھی تھی۔۔ وہ اپنی جانِ من کو عجلت میں اللہ حافظ کہتا اپنی جانِ جگر کے پاس آیا تھا۔۔ وہ اُس کے پاس ہی نیچے بیٹھ گیا تھا

"یہ ٹیبل کس نے بیچ میں رکھی ہے۔۔؟؟"۔۔ وہ رونے اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے ٹیبل پر زور سے ہاتھ مار کر بولی۔۔ اُسے زور کی ہنسی آئی تھی پر بمشکل ضبط کر گیا تھا۔۔

"کہاں لگی ہے دکھاؤ"۔۔ وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا۔۔

"آپ جائیں اپنی جانِ من کے پاس میرے پاس کیوں آئے ہیں"۔۔ وہ نم لہجے میں بولی تھی۔۔ وہ اب کی بار اپنی مسکراہٹ نہ رُوک سکا تھا۔۔

"تم بھی تو میری جانِ جگر ہو"۔۔ وہ اُس کا گلابی حسین مکھڑا اپنی محبت کی گرفت میں لیتا بولا، جو کچھ غصے کچھ درد سے مزید گلابی ہو رہا تھا۔۔ کچھ بھی کہے بغیر وہ اُٹھی تھی لیکن یہ کیا۔۔

"ہائے میری فیورٹ سینڈل"۔۔ وہ صدمے سے دوبارہ نیچے بیٹھی تھی۔۔ نازک سی سینڈل کا اسٹیپ لٹک رہا تھا۔۔ وہ بے ساختہ آئی ہنسی کے باعث اس بار منہ پر ہاتھ رکھے رخ پھیر گیا تھا۔۔

"سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے"۔۔ وہ نیچے بیٹھی سر کو پورا اٹھا کر اُس کو دیکھتی قدرے غصے سے بولی تھی۔۔

"اچھا میں یہ ٹیبل ہی ہٹوا دیتا ہوں کمرے سے"۔۔ وہ بظاہر سنجیدگی سے بول رہا تھا پر آنکھوں میں واضح شرارت ناچ رہی تھی۔۔

"اس منحوس کا کوئی قصور نہیں ہے"۔۔ وہ کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔۔

"نہ آپ اپنی جان من سے بات کرتے، نہ میری سینڈل ٹوٹی"۔۔ اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا تھا۔۔ لہجے میں اچھی خاصی جلن تھی۔۔ وہ بے ساختہ قہقہہ لگا گیا تھا۔۔ پھر مڑ کر لنگڑا کر چلتی دروازے سے باہر نکلی تھی۔۔

"میڈم جی کیا ہوا، آپ کے پاؤں میں چوٹ آئی ہے کیا۔۔؟؟"۔۔ دو قدم ہی چلی تھی کہ افضل سے ٹکراؤ ہو گیا سترہ اٹھارہ سالہ لڑکا یہاں کا بیون تھا۔۔ وہ اُس کو لنگڑا کر چلتا دیکھ کر فکر مندی سے پوچھ رہا تھا۔۔

"نہیں مجھے شوق ہے ڈانس کرنے کا"۔۔ وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔۔ اندر بیٹھے حیدر

کا

قہقہہ جاندار تھا۔۔

پھر افضل ابھی کے لیے اُس کی سینڈل موچی سے بنوا کر آیا تھا۔۔

رات تک حیدر رضا پوری مارکیٹ گھوما تھا پھر کہیں جا کر نازک سی نفیس سلور سینڈل پسند آئی تھی۔۔ اور ساتھ ہی ایک وائیٹ ڈریس پر نظر پڑتے ہی اُس کی گلابی رنگت آنکھوں میں لہرائی تھی وہ بے اختیار اُس کے لیے لے گیا تھا۔۔

"اپیہ یہ بھائی کا ڈرائیور لے کر آیا ہے"۔۔ اریب کے ہاتھ میں سینڈل کا ڈبہ تھا اور ڈریس کی شاپر تھی۔۔ اُس کے چہرے نے بتا دیا تھا کہ اُسے سینڈل کتنی پسند آئی تھی، اور ڈریس پر تو اُس کا دل آگیا تھا، پر اُسے پتا تھا اریب اُس کا چمچا تھا، وہ منہ میں گھگھیاں ڈالے بیٹھی رہی۔۔

دوسرے دن وہ بڑی شان سے وہی سینڈل آفیس پہن کر گئی تھی۔۔

"واؤ رانیہ کتنی خوبصورت ہے اور تمہارے پیروں میں تو اور بھی زبردست لگ رہی ہے"۔۔

اقصیٰ نے دل کھول کر تعریف کی تھی۔۔ وہ بے اختیار سیڑھیوں پر رُکا تھا



"ہے ناں، مجھے تو پہلی نظر میں پسند آئی تھی"۔۔ وہ اترائی۔۔

دس منٹ بعد اُس کا بلاوا آیا تھا۔۔ حیدر نے پہلی نظر اُس کے پیروں پر ڈالی، اُس کے دل نے اقصیٰ کی بات کی تصدیق کی تھی۔۔ سلور سینڈل میں نازک گلابی پاؤں عجیب سی بہار دکھا رہے تھے

"میرے پاس یہی سینڈل تھی اسی لیے پہنی"۔۔ وہ اُس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھتی جلدی سے بولی انداز ایسا تھا جیسے کہہ رہی ہو 'زیادہ خوش نہ ہو'۔۔ وہ بے ساختہ قہقہہ لگا گیا اُس کو چڑانا تھا رانیہ حیدر نتیجاً اُس کے قہقہے پر خود پتی تھیں

.....

وہ اُسے اپنی روئے، اپنی باتوں، اپنی قربت اور کام سے اتنا زچ کرنے کا سوچے ہوئے تھا کہ وہ خود آفیس آنا چھوڑ دے۔۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ آفیس آ کر سب کی حصار میں رہے۔۔ بابر احمد کی گندی نظریں بھی تو یہیں پڑی تھی اُس پر، لیکن اُس کو کون سمجھاتا۔۔ پر وہ بھی حیدر رضا تھا، سمجھ گیا تھا وہ اُس کے دیکھنے، اُس کی ذرا سے قربت اور اُس کی ذومعنی باتوں پر خائف ہوتی تھی۔۔

"مِس رانیہ، سرفائل کے ساتھ آپ کو روم میں بلا رہے ہیں"۔۔۔ اس پیغام پر وہ جی جان سے پتی تھی۔۔

"اُف ایک تو اتنا مشکل کام دے دیا ہے، اُوپر سے ہر پانچ منٹ بعد جناب پر میرا دیدار لازم ہو جاتا ہے"۔۔۔ وہ جلتی کڑھتی بڑبڑاتی ہوئی اُٹھی تھی۔۔۔ اُس کے ساتھ ہی سُمیرا کی حسد بھری نظریں بھی اُٹھی تھیں۔۔۔

"جی"۔۔۔ وہ دھاڑ سے دراوڑہ کھول کر اندر آئی تھی۔۔۔ اُس کے انداز پر تو اب وہ حیران ہونا بھی چھوڑ چکا تھا۔

"مِس رانیہ یہ ہمارا بیڈ روم نہیں ہے جو آپ اس طرح پیار سے اندر آ جاتی ہیں"۔۔۔ وہ اُس پر بھرپور نظر ڈالتا بولا۔۔۔ اُس کی بات اور دیکھنے کے انداز پر اُس کا چہرہ سُرخ ہوا تھا۔

"دیکھیں۔۔۔"۔۔۔ وہ غصے سے فائل کو ٹیبل پر پٹخ کر بولی۔۔۔

"دیکھیں گے بھی۔۔۔ اب آپ ہی کو تو دیکھنا ہے ساری زندگی"۔۔۔ وہ بظاہر سنجیدگی سے بول کر اُسے اور تپا رہا تھا۔

"میں جا رہی ہوں"۔۔۔ وہ پل میں مڑی تھی۔۔

"مِس رانیہ، یہ فائل لے کر ادھر بیٹھیں۔۔۔ اب کے وہ سنجیدہ بارعب باس بنا تھا۔۔۔ وہ ٹھٹک کر واپس مڑی تھی۔۔۔ اُس کے چہرے پر سنجیدگی دیکھتی وہ چُپ چاپ سامنے گرسی پر بیٹھ گئی تھی۔۔۔"

"کتنی فائل ہو گئی ہے۔۔۔؟؟"۔۔۔ رانیہ نے فائل کھولی تو وہ آگے کو جھک کر فائل پر سرسری نظر ڈالتا درحقیقت اُس کے دلکش گھڑے کو دیکھتا پوچھ رہا تھا۔۔۔

"اتنا مُشکل ہے یہ۔۔۔ وہ روہانسی ہوئی تھی۔۔۔ اُس نے بمُشکل اپنی ہنسی چھپائی تھی۔۔۔"

"پلیز کافی بنادیں مِس رانیہ"۔۔۔ اِس وقت واقعی اُسے کافی کی طلب تو ہو رہی تھی پر فیل وقت وہ اُسے اِس فائل سے نکالنا چاہتا تھا۔۔۔

وہ جان بچے سو لاکھوں پائے کی تفسیر بنی اتنے عرصے میں شاید پہلی بار خوشی خوشی کافی بنانے فوراً سے اُٹھی تھی۔۔۔ وہ بے اختیار ہنس دیا تھا۔۔۔

"افضل کہاں ہو تم۔۔۔؟؟"۔۔۔ وہ فون پر پیون سے پوچھ رہا تھا۔۔۔

"ایک تو یہ ارشد صاحب کو ساڑھے بارہ بجے اپنے لُنج کی فکر ہو جاتی ہے"۔۔۔ وہ بیزار ہوا تھا۔۔۔

"مجھے فائل چاہیے وہ اوپر شلیف میں پڑی ہے، تم دُبلے پتلے ہو کرسی پر چڑھ کر فوراً نکال لو

گے۔۔۔ کتنی دیر لگے گی۔۔۔؟؟"۔۔۔ وہ جھنجھلایا ہوا تھا۔۔۔

"رہنے دو یار، تم صاحب کی بریانی لے لو"۔۔ وہ تپ کر کہتا فون رکھ گیا تھا۔۔

"کیا ہوا۔۔؟؟"۔۔ وہ کافی کامگ رکھتی فکر مندی سے پوچھتی حیدر کو اپنی اپنی لگی تھی۔۔

"فائل اُتارنی ہے اُوپر سے، میں خود ہی دیکھ لیتا ہوں"۔۔ وہ اپنی گرسی شلف کے پاس لے جاتا بولا۔۔ چہرے سے جھنجھلاہٹ نمایاں تھی۔۔۔

"ارے نہیں! آپ نہیں چڑھیں چیئر ٹوٹ جائے گی"۔۔ اُس نے ابھی گرسی پر پیر رکھا ہی تھا کہ وہ اُس کے بازو پر ہاتھ رکھتی اُسے روک گئی۔۔ اُس کی بات پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا تھا

"محترمہ کو مجھ سے زیادہ چیئر کے ٹوٹنے کی فکر ہے"۔۔ اُس نے اُس کے چہرے کو دیکھ کر سوچا

"اتنا بھاری ہوں میں۔۔؟؟"۔۔ وہ دلچسپی سے پوچھ رہا تھا۔۔

"بھاری کا تو پتہ نہیں، لمبے چوڑے تو ہیں"۔۔ وہ بے ساختہ بول گئی تھی پر اُس کے بے ساختہ قہقہے پر وہ اپنی ہی بات پر جھینپی تھی۔۔

"آپ کو چوٹ لگ جاتی ناں"۔۔ وہ اپنی جھینپ مٹانے کو بولی۔۔

"میری بیوی کو کچھ تو میری فکر ہے"۔۔ اُس کی بات پر وہ بلش ہوئی تھی۔۔



"اگر آپ کہیں تو میں اُتار دوں۔۔؟؟"۔۔ وہ جھجکتے ہوئے پوچھتی سیدھی اُس کے دل میں اتر رہی تھی۔۔

"ڈر تو نہیں لگے گا ناں۔۔؟؟"۔۔ وہ نیم رضامندی سے پوچھ رہا تھا۔۔

"نہیں آپ مضبوطی سے پکڑ لیجئے گا ناں"۔۔ وہ اپنے پیروں میں پڑی نازک سے سینڈل اُتارتی بے دھیانی میں بولنے کی غلطی کر گئی تھی۔۔

"کس کو تمہیں۔۔؟؟"۔۔ اُس نے اُس کے نازک گلابی پاؤں کو دیکھ کر بے ساختہ پوچھا لہجے میں شرارت نمایاں تھا۔۔

"نہیں چیئر کو"۔۔ وہ اُسے گھور کر بولی تو وہ قہقہہ لگا گیا۔۔

وہ جھجکتے ہوئے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتی گُرسی پر چڑھی تھی۔۔۔ گُرسی ریوالونگ ہونے کے باعث وہ دل ہی دل میں ڈری ہوئی تھی۔۔

"وہ ریڈ والی"۔۔ وہ سامنے اشارہ کرتے بولا۔۔

"کون سی یہ۔۔؟؟"۔۔ وہ پنچے اُٹھاتی ایک فائل کی طرف اشارہ کرتی پوچھنے لگی۔۔

"رانیہ یہ ریڈ فائل ہے۔۔؟؟"۔۔ وہ بظاہر جھنجھلاہٹ سے کہہ رہا تھا پر آنکھوں میں واضح شرارت تھی۔۔

"اُف مجھے تو وہی ایک ریڈ فائل دکھ رہی ہے۔۔۔ وہ اُس کی طرف دیکھتی اُس سے زیادہ

جھنجھلاہٹ میں بولی تھی پر ریوالونگ چیئر ہونے کے باعث اپنا توازن کھو گئی تھی۔۔

"اماں!۔۔۔ وہ چیخی تھی، گرنے کے خوف سے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھے تھے۔۔

"مسز حیدر آپ آنکھیں کھول سکتی ہیں۔۔۔ اُس کی آواز بے حد قریب سے آئی تھی اُس نے

ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولنے کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ چہرے سے ہاتھ ہٹائے تھے۔۔۔ وہ

اُس کی مضبوط بازوؤں میں تھی۔۔

"اُف، اُتاریں مجھے۔۔۔ وہ مر جانے کی حد تک شرمندہ ہوئی تھی۔۔۔ حیدر نے مبہوت سے اُس

کے بے حد قریب سُرخ چہرے کو دیکھا تھا۔۔۔ ایک لمحے کو وہ سب بھولا تھا۔۔

"اُتاریں مجھے۔۔۔ وہ اب اُس کی ٹائی کو جھٹکا دے کر بولی۔۔۔ وہ جیسے ہوش میں آیا تھا۔۔

وہ نرمی سے اُسے زمین پر اُتار گیا تھا۔۔

"آپ کے بارے میں میرا خیال بالکل ٹھیک تھا۔۔۔ وہ اُس سے دور ہو کر پیروں میں سینڈل

پہنتی بولی۔۔

"کیا۔۔۔؟؟۔۔۔ وہ ابھی تک اُس کے نرم و نازک وجود کی دلکشی میں کھویا ہوا تھا۔۔

"آپ بہت بے۔۔۔" اُس کی آنکھوں میں اپنے لیے جذباتوں کے خاص رنگ دیکھ کر اُس کا دل دھڑکا تھا۔ جملہ ادھورا چھوڑ کر وہ تیزی سے باہر نکلی تھی۔۔

.....

"میں نے تم سے کہا تھا ناں۔۔۔ وہ باہر لاؤنج میں بیٹھی فون پر وثوق سے کہہ رہی تھی۔۔ دوسری طرف ثناء تھی۔۔

"کیا۔۔؟؟"۔۔ ثناء نے جمائی روک کر پوچھا رات کے گیارہ بج رہے تھے۔۔  
"اچھے خاصے بے شرم ہیں وہ"۔۔ وہ بول کر پچھتائی تھی۔۔ ثناء کی نیند پل میں بھاگی تھی۔۔  
"کیوں ایسا کیا کر دیا انہوں نے۔۔؟؟"۔۔ اُس کے پوچھنے پر وہ سب بتاتی چلی گئی۔۔ دوسری طرف ثناء کا ہنس ہنس کر بُرا حال ہوا تھا۔۔

"یار ایک تو انہوں نے تمہیں گرنے سے بچایا، اور تم اُنہی پر غصہ ہو رہی ہو"۔۔ وہ اُس کی حالت پر حظ اُٹھا رہی تھی۔۔

"بکو مت، مجھے پورا یقین ہے، انہوں نے خود سے چئیر ہلائی تھی"۔۔ وہ یقین سے بولی تھی۔۔  
"اصل میں وہ تمہیں اپنی بانہوں میں اُٹھانا چاہتے تھے"۔۔ ثناء مزہ سے بولی تھی۔۔ اُسے اُس کی آنکھیں کی خاص چمک یاد آئی تھی۔۔ اُس کا دل عجیب لے پر دھڑکا تھا۔۔

"تم سے بس فضول بکواس کروالو۔۔ سو جاؤ مجھے بھی نیند آرہی ہے۔۔" وہ فون رکھتی عجیب سے احساسات میں گھری کمرے کی طرف بڑھی تھی۔۔

.....

حیدر نے دو دنوں سے اُسے اُسی منحوس فائل میں الجھایا ہوا تھا۔۔ ایک جگہ آکر وہ پھنسی تھی۔۔ اُس سے پوچھنے کے لیے وہ اُس کے کمرے میں آئی تھی۔۔ وہ اندر نہیں تھا وہ آرام سے اندر داخل ہوئی تھی۔۔ واش روم کا دروازہ کھلا تھا مطلب وہ وہاں بھی نہیں تھا۔۔ اُس نے ایک دو لمحے سوچا تھا پھر دھڑکتے دل کے ساتھ اُس کی ٹیبل کی طرف آئی تھی۔۔ نظریں بار بار دروازے کی طرف اٹھ رہی تھی۔۔ اُس نے نیچے بیٹھ کر اُس کی ٹیبل کی درازیں چیک کی تھیں۔۔ نیچے کی دو درازیں لاک تھیں صرف ایک اوپر والی کھلی ہوئی تھی۔۔ اور اُس میں اُسے اپنی مطلوبہ چیز بڑی آسانی سے مل گئی تھی۔۔

"اب ذرا کر کے تو دیکھیں مجھے بلیک میل۔۔" اُس نے بڑی خوشی سے اُن پیپرز کو رول کر کے اپنی مٹھی میں لیا تھا۔۔ جب نظر سگریٹ کے پیکٹ پر پڑی۔۔ اُس نے پیکٹ ہاتھ میں اٹھایا۔۔



پیکٹ فائل میں رکھتی دراز بند کر کے وہ جلدی سے اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔۔  
دھڑکتے دل کے ساتھ وہ کمرے سے نکلی تھی، جب سامنے سے اُسے ارشد صاحب کے ساتھ  
آتے دیکھ کر وہ ایک دم گھبرائی تھی۔۔ ارشد صاحب نے مشکوک نظروں سے اُسے دیکھا تھا  
"کیا ہوا۔۔؟؟"۔۔ وہ اُس کے گھبرائے ہوئے چہرے کو بغور دیکھ کر بولا۔۔ دونوں کی نظریں  
خود پر محسوس کر کے وہ آگے بڑھی تھی۔۔  
"میں وہ یہ فائل۔۔ ابھی آتی ہوں"۔۔ بے دھیانی میں وہ رول کیے پیپرز والے ہاتھ سے  
چہرے پر آئے بالوں کو کانوں کے پیچھے اڑتے بولی۔۔  
اُس کے ہاتھوں میں پیپرز دیکھ کر وہ بے ساختہ آئی مسکراہٹ چھپاتا آگے بڑھا تھا۔۔ جاتے  
جاتے بھی ارشد صاحب نے پلٹ کر اُسے دیکھا تھا۔۔

.....

پورے آدھے گھنٹے بعد وہ اُسے اپنے کمرے میں بلا رہا تھا۔۔ اُس کا دل رُکا تھا۔۔  
"کہیں اُن کو پتا تو نہیں چل گیا۔۔؟؟"۔۔ اُس نے زبان دانتوں میں دبائے سوچا۔۔ بہر حال  
جانا تو تھا۔۔ دل کڑا کر کے اُس کے کمرے کے باہر کھڑی آج وہ تمیز سے کھڑی دستک دے  
رہی تھی۔۔ اُس کے یس بولنے پر وہ اندر آئی تھی

"سر یہ فائل۔۔"۔۔ وہ مؤدب بنی اُس کے سامنے کھڑی تھی۔۔

"کیا بات ہے، آج میری بیگم بہت تمیزدار بنی ہوئی ہیں"۔۔ وہ اُس کو دیکھ کر شرارت سے بولتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اُسے اپنی طرف آتے دیکھ کر اُسے اپنا دل ٹرین کی رفتار سے بھاگتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ وہ بے اختیار دو قدم پیچھے ہوئی تھی۔۔

وہ پھر ایک قدم آیا تھا وہ دو قدم پیچھے ہوئے تھی۔۔  
"کیا ہوا میرے قریب آنے سے تم ڈر رہی ہو۔۔؟؟"۔۔ وہ مسکراہٹ دباتے پوچھتا پھر ایک قدم اگے آیا تھا۔۔

"نن۔۔ نہیں تو۔۔ مجھے آپ سے ڈر کیوں لگے گا بھلا"۔۔ وہ ایک قدم پیچھے ہوتے منمنائی تھی۔۔ وہ قریب آگیا تھا۔۔  
"تمہیں میرے قریب آنے سے ڈر نہیں لگے گا۔۔؟؟"۔۔ وہ دو قدم کا فاصلہ ایک جست میں مٹاتا بولا۔۔ وہ بے اختیار پیچھے ہوتی دیوار سے جا لگی تھی۔۔ حیدر نے ایک ہاتھ دیوار پر رکھا تھا۔ اُس کی سانسیں ناہموار ہوئی تھیں۔۔

"نن۔۔ نہیں"۔۔ وہ ہمت کر کے بولی، اُس کے چہرے پر پسینے کے قطرے نمودار ہوئے تھے۔۔

"تو پھر اتنا گھبرا کیوں رہی ہو۔۔؟؟"۔۔ اُس نے جھک کر اُس کے چہرے کو دیکھ کر پوچھا۔

"مم۔۔ میں تو نہیں گھبرا رہی"۔۔ وہ سر کو دائیں بائیں ہلا کر بولی۔۔ وہ اُس سے دو انچ کے

فاصلے پر کھڑا اُس کی جان نکالنے کے درپے تھا

"تو پھر یہ کیا ہے۔۔؟؟"۔۔ اُس نے اُس کی پیشانی سے پسینے کا قطرہ اپنی انگلی پر اٹھایا۔۔

"ہٹیں یہاں سے"۔۔ وہ اُس کے سینے پر اپنے دونوں ہاتھ رکھتی پوری قوت سے اُس کو اپنے

سامنے سے ہٹاتے بولی۔۔

اُس کی طرف دیکھے بغیر وہ باہر کو بھاگی تھی۔۔ جب اچانک اُسے رکنا پڑا، وہ اُس کا ہاتھ تھام

گیا تھا۔۔ رانیہ کا دل ایک لمحے کو رُکا تھا، اُس نے وہیں دروازے کے پاس کھڑے کھڑے ہی

اپنا چہرہ اُس کی طرف موڑا تھا، اپنی کلائی گول گول گھما کر اُس کی گرفت سے نکالنی چاہی۔۔

"اپنی چوری کا حساب تو جاؤ جانِ جگر"۔۔ وہ دلکشی سے پوچھتا اُسے لرزہ گیا تھا۔۔

"کک۔۔ کون سی چوری۔۔؟؟"۔۔ وہ ہکلائی تھی۔۔

"حیدر رضا کا صرف دل چڑاتی تو حیدر رضا کو شاید اتنی حیرت نہ ہوتی، پر اندازِ واردات تو

دیکھو تم نے تو پورے کے پورے حیدر رضا کو ہی ہتھیا لیا"۔۔ وہ اُس کے چہرے کو دیکھتا

فدیانہ انداز میں بولا تھا۔۔

"کوئی نہیں، میں نے صرف وہ ایگریمنٹ اور وہ سگریٹ کا پیکٹ چُرایا تھا"۔۔ وہ بے ساختہ بول کر زبان دانتوں میں دبا گئی۔۔ وہ ایک دم قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔ اُس کے ہاتھ سے اپنی کلائی چُھڑا کر وہ باہر بھاگی تھی۔۔

آدھے گھنٹے بعد اُس کے ڈرائیور نے اُسے فون کر کے بتایا کہ وہ رانیہ کو گھر چھوڑ آیا ہے۔۔ "میرے خیال میں اتنا ڈوز کافی ہے محترمہ کے لیے"۔۔ اُس نے سکون کا سانس لیا تھا۔۔

.....

اگلے دن وہ آفیس نہیں گئی۔۔ لیکن اب کبھی آفیس نہ جانے کا گھر میں تو بتانا تھا ناں۔۔ "میں اب آفیس نہیں جاؤں گی"۔۔ رات کا کھانا کھاتے کھاتے اُس نے اچانک اعلان کیا تھا۔۔ اماں نے بے اختیار شکر کا سانس لیا تھا۔۔ اریب کے ہاتھ ایک لمحے کو تھمے تھے۔۔ پھر وہ پوری باچھیں کھول کر ہنسا تھا۔۔ رانیہ نے اُسے گھور کر دیکھا تھا۔۔ "ہاں ویسے بھی میں تمہاری رخصتی کی بات کرنے والی ہوں حیدر سے"۔۔ اماں کی بات پر اُس کے ہاتھوں کے طوطے اڑے تھے۔۔

"اماں اتنی جلدی کیا ہے"۔۔ اُس نے دبے دبے لہجے میں احتجاج کرنا چاہا۔۔



"میں نے اگلے دن تمہارا نکاح شوق سے نہیں کیا تھا۔ اب جس کی ذمہ داری ہو اُس کو بولتی ہوں لے جائے تمہیں"۔۔ اُس نے کھانے سے ہاتھ رُکا تھا۔

"میں بوجھ ہوں آپ پر"۔۔ وہ بھرائے لہجے میں کہتی کھانا ادھورا چھوڑ کر واک آؤٹ کر گئی۔۔

"اپنی بات تو سنیں"۔۔ اریب نے بھی اُس کے پیچھے اٹھنا چاہا تھا۔

"تم کھانا کھاؤ میں دیکھتی ہوں اُسے"۔۔ وہ اُس سے کہہ کر اندر بڑھی تھیں۔۔

وہ تکیے میں منہ دیئے چہکوں پہکوں رونے میں مصروف تھی۔۔ کل کے واقعے سے اُس کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے گئی تھی۔

اور اس بار پتا نہیں کیا ہوا اپنی ہر بات ثناء سے بے دھڑک کہہ دینے والی یہ بات اُس کے سامنے نہ دہرا سکی۔

"میری سرپھری بیٹی رو رہی ہے"۔۔ وہ اُس کے پاس بیڈ پر بیٹھتے ہنس کر بولیں۔

"اماں۔۔!!"۔۔ وہ اُن کو گود میں منہ چھپا گئی۔

"رانیہ وہ میری دعاؤں کا حاصل ہے"۔۔ وہ اُس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگیں۔

"تمہیں بہت سی باتیں اُسی کے کہنے پر نہیں بتائیں"۔۔ اماں کا ہاتھ اُس کے بالوں میں ساکت ہوا تھا۔۔

"اریب رفیق کے بیٹے سے لڑ کر جیل پہنچا تھا، اُس دن اگر وہ نہ آتا تو انسپیکٹر جو رفیق کا دوست تھا، اریب کو لمبا اندر کر دیتا، اریب کے ایک فون پر وہ اپنے سارے کام چھوڑ کر بھاگا آیا تھا"۔۔ اُسے اُس دن حیدر کے چہرے کی پریشانی یاد آئی۔۔

"اُس نے نہ صرف اریب کو چھڑایا بلکہ رفیق کے پیسے واپس کر کے اُسی وقت رفیق سے تھانے میں بیان دلویا کہ وہ آئندہ ہمارے گھر دیکھے گا بھی نہیں"۔۔ وہ حیران رہ گئی تھی۔۔

"اب رفیق اریب کے سر پر ہاتھ رکھتے بیٹا بیٹا کہتے نہیں تھکتا۔۔ میرے پاس بھی آیا تھا معافی مانگنے"۔۔ اُس پر آج پتا نہیں کیا کیا آشکار ہو رہا تھا۔۔

"اور تم نے اُس کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا"۔۔ اماں نے اُس کے سر پر چپت ماری۔۔

"اتنے معصوم نہیں ہیں آپ کے داماد، فوراً سے بدلہ لے لیتے ہیں"۔۔ اُس نے اماں کی گود میں ہی منہ بنایا تھا۔۔

"عزت کیا کرو اُس کی، شوہر ہے وہ تمہارا"۔۔ اس بات پر اُس نے اور بُرا منہ بنایا تھا

"تمہیں پتا ہے ناں، اریب کو انجینئر بننے کا کتنا شوق ہے، اریب بارہویں کا امتحان دے گا پھر وہ اُسے تیاری کے لیے بڑے سینٹر میں داخل کروائے گا۔" اُس کی آنکھیں پانی سے بھری تھیں۔۔

"پاگل ہے بلکل، کہتا ہے میری ماں نہیں ہے، آپ میری ماں ہیں پرسوں تو مجھے بڑے ہسپتال لے گیا تھا۔" اب کے اُن کی آواز بھرائی تھی۔۔

"کہتا ہے آپ میری ماں ہیں، اریب میرا چھوٹا بھائی ہے، یہ مت سوچیے گا کہ ان سب کے پیچھے آپ کی سرپھری بیٹی ہے۔" اب کے وہ نم لہجے میں ہنسی تھیں۔۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھی تھی۔۔ پھر بے اختیار اپنی چھلکتی آنکھوں کو ہاتھ کی پشت سے صاف کرتی وہ ہنستی ہوئی اُن کے گلے لگی تھی۔۔

"یہ اُنہوں نے آپ سے سیکھا ہے۔" وہ روتے روتے ہنس رہی تھی۔۔ وہ بھی مسکرائی تھیں اُس کی بات پر۔۔

"اپیہ یہ آپ کا فون کل گاڑی میں رہ گیا تھا ڈرائیور دے گیا ہے۔" اریب نے اُسے فون تھمایا، جس کا اُسے ہوش نہیں رہتا تھا کبھی۔۔

"آجاؤ اب کھانا کھاؤ"۔۔ اماں نے محبت سے اُس کی پیشانی چومی تھی۔۔ اریب نے اُس کا ہنستا چہرہ دیکھ کر سکون کا سانس لیا تھا۔۔

.....

اُس نے اریب سے بات کر لینے کا سوچا لیکن اُس کا کوئی دوست آگیا تھا شاید، وہ واپس بیٹھ کر موبائل چیک کرنے لگی۔۔ لیکن یہ کیا۔۔ وہ ٹھٹھکی تھی۔۔

اقصیٰ کی بیس سے زائد مسڈ کالز اور لاتعداد میسجز۔۔ اور اُس کے ساتھ ہی کچھ غیر شناسا نمبر سے بھی مسڈ کالز تھیں۔۔ کچھ انہونی کے خیال سے وہ اقصیٰ کے میسجز پڑھے بغیر اُس کا نمبر ملانے لگی۔۔

اماں اس وقت باہر اپنی عبادات میں مصروف ہوتی تھیں اس لیے وہ آرام سے فون کان سے لگا گئی۔۔

"ہاں اقصیٰ بولو کیا ہوا۔۔؟؟"۔۔ وہ بے صبرے پن سے بولی تھی۔۔

"یہ مجھ سے پوچھ رہی ہو گھنی میسنی"۔۔ وہ تو اُس پر چڑھ دوڑی۔۔ اُس کا دل دھڑکا تھا

"ایک فضول سا ایگریمنٹ پیپر ہی تو تھا، سب کو بتانے کی کیا ضرورت تھی"۔۔ وہ صدمے سے مر جانے کو ہوئی۔۔



"کوئی اتنی بڑی چوری بھی نہیں کی تھی"۔۔ وہ بڑبڑائی۔۔ اُس کا صدمہ ہی کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔۔

"چھ فٹ کا حیدر رضا چوری کر کے بیٹھی ہیں محترمہ اور کہہ رہی ہیں ذرا سی چوری، سُمیرا کو تو کل سے غشی کے دورے پڑ رہے ہوں گے"۔۔ وہ بولے گئی۔۔

"کک۔۔ کیا مطلب۔۔؟"۔۔ اُس کا دل دھڑکا تھا۔۔  
"تم سر کی بیوی ہو مجھ سے یہ بات تم نے چھپائی، بات مت کرنا مجھ سے"۔۔ وہ ناراض ہوئی  
پر اُس نے حیرت کے سمندر میں غوطہ لگایا۔۔

"تمہیں کس نے بتایا۔۔؟؟"

"لو اتنا سب کچھ ہو گیا، تمہیں کچھ نہیں بتایا تمہارے شوہر صاحب نے۔۔؟؟"۔۔ اب کے حیران ہونے کی باری اقصیٰ کی تھی۔۔ اُس کا دل پھر دھڑکا تھا۔۔

"کیا نہیں بتایا، بک بھی چکوا، تمہارے سسپینس کے چکر میں، میں گزر جاؤں گی"۔۔ وہ تپی تھی۔۔

"سر نے اپنی پیاری بیوی کے خلاف سازش پر سُمیرا کو اور ارشد صاحب کو جاب سے نکال دیا"۔۔ اقصیٰ نے مزے سے اُس کے سر پر دھماکا کیا تھا جیسے۔۔

آئیے آپ کو تفصیل سے بتاتے ہیں اُس دن جب رانیہ حیدر، حیدر رضا کے روم سے ایک پیاری سی چوری کر کے گئی تھیں اُس کے بعد درحقیقت ہوا کیا تھا۔

.....

نعمان پاکستان آیا ہوا تھا۔ وہ نعمان اور بلال کے ساتھ لنچ کی نیت سے باہر نکلا تھا، ارشد صاحب کو ہدایت دینا نہیں بھولا تھا۔

"ارشد صاحب میں تھوڑی دیر کیلئے باہر جا رہا ہوں، آپ آفیس دیکھ لیجئے گا۔" انہوں نے سر ہلایا۔ جب سُمیرا اُن کے پاس آئی تھی۔

"ارشد صاحب ایک مہینہ ہونے کو آیا ہے، آپ سے کچھ نہیں ہونا۔" وہ طنزیہ انداز سے کہتی اندر آئی تھی۔

سُمیرا کو حیدر رضا کا حصول اور ارشد صاحب کو اِس آفیس میں اپنی راج داری خطرے میں نظر آرہی تھی۔

اور دونوں کی مشترکہ وجہ تھی رانیہ حیدر۔

"ادھر آؤ میرے ساتھ"۔۔ وہ اُسے اشارہ کرتے ہوئے۔۔ لُنج بریک میں ابھی آدھا گھنٹہ تھا، سب ہی اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔۔ وہ اُسے لیے حیدر کے کمرے میں آئے تھے۔۔

"وہ اب ایک گھنٹہ پہلے تک نہیں آنے والا"۔۔ وہ سرگوشی میں بولے۔۔  
"لیکن ہم یہاں کریں گے کیا۔۔؟؟"۔۔ وہ بھی سرگوشیانہ لہجے میں حیرت سے پوچھ رہی تھی۔۔

"تم دیکھو میں کیا کرتا ہوں"۔۔ وہ شلیف میں فائلوں کے پیچھے سے چابی نکال کر اُس کی ٹیبل کی طرف بڑھے۔۔ تھوڑا سا جھک کر نیچے والی دراز سے انہوں نے مطلوبہ چیز نکال کر لاک لگایا تھا۔۔

"یہ کیا ہے۔۔؟؟"۔۔ سُمیرا نے نا سمجھی سے اُن کے ہاتھ میں تھامے پیکٹ کو دیکھا تھا۔۔ وہ چابی واپس اپنی جگہ پر رکھنے آگے بڑھے، اُس کے پوچھنے پر معنی خیزی سے مُسکرائے تھے۔۔  
"یہ"۔۔ وہ ہاتھ میں تھامے پیکٹ کو اُونچا کر کے مُسکرائے تھے۔۔

"ہمارے مقصد کے حصول کا ذریعہ، اُس حسین چُرٹیل کے جیل کا ٹکٹ"۔۔ وہ پیکٹ کو ٹیبل پر رکھ کر بولے۔۔ دونوں کا لہجہ اب نارمل ہوا تھا

"ڈاٹلاگ بعد میں بولیئے گا، جلدی کریں کوئی آجائے گا"۔۔ وہ اُن کی اوور ایکٹنگ پر تپتی تھی۔۔

"یہ اسی ہزار ہیں، اِن کو غائب کریں گے ہم، الزام آئے گا مِس رانیہ پر"۔۔ وہ خباثت سے بولے۔۔

"لیکن وہ اُس پر شک کیوں کرے گا۔۔؟؟ کیوں کہ وہ گھر چلی گئی ہے۔۔؟؟"۔۔ وہ خود ہی پوچھ کر خود ہی بتانے لگی۔۔

"یہ پوائنٹ بھی ہمارے حق میں جاتا ہے، لیکن اُس بیوقوف لڑکی سے ایک بہت بڑی غلطی ہوئی ہے، جس کا ہم فائدہ اٹھائیں گے، ابھی تھوڑی پہلے وہ بوکھلائی ہوئی اِس کمرے سے نکلی تھی، حیدر میرے ساتھ تھا۔۔ وہ جیسے ہی کمرے سے نکلی میں اور حیدر کمرے میں داخل ہونے ہی لگے تھے، اُس کے چہرے پر اچھی خاصی گھبراہٹ تھی، جیسے واقعی وہ چوری کر کے ہی نکلی ہو، اِس بات کا تو میں بھی گواہ ہوں اب حیدر چاہے بھی تو اُس کو بچا نہیں سکتا"۔۔ اُن کے بتانے پر سُمیرا کو خوشی ہوئی تھی۔۔

"واہ ارشد صاحب کیا شیطانی دماغ پایا ہے آپ نے"۔۔ اُنہوں نے گھور کر اُسے دیکھا تھا۔۔  
"اب یہ کیش اُس کی ٹیبل کی دراز میں رکھنا ہے۔۔؟؟"۔۔ سُمیرا نے پوچھا۔۔



"نہیں وہ ہوتی تو رکھتا ناں، لیکن اب یہ کیش میں اپنی گاڑی میں رکھوں گا، ضرور وہ رانیہ کو بلانے کے ساتھ ساتھ سارے آفیس کی تلاشی بھی لے گا۔" وہ پیکٹ کو جیب میں رکھتے ہوئے، سُمیرا کے چہرے کے تاثرات بگڑے تھے۔

"میں رضا صاحب کے ساتھ تب سے یہاں کام کر رہا ہوں جب حیدر چھوٹا تھا، میں کچھ بھی کر لوں لیکن رضا صاحب کے ساتھ غداری نہیں کر سکتا۔" یہ پیسے میں واپس اُس کے پیسوں میں رکھ دوں گا، وہ ویسے بھی پیسے چیک نہیں کرتا، ہمارا کام ویسے بھی رانیہ کو یہاں سے نکلوانا ہے، اُس لڑکی کی وجہ سے میں کل کے لڑکے حیدر سے بہت ڈانٹ کھا چکا ہوں۔" وہ حتمی انداز میں بولے۔

"اب پہلے تم نکلو پھر میں آتا ہوں دو تین منٹ بعد۔" دو تین منٹ بعد اُن دونوں کے نکلنے پر واش روم میں کھڑے وجود نے کپکپاتے ہاتھوں سے موبائل کا کیمرہ اسٹاپ کیا تھا۔ پھر اُنہی کانپتے ہاتھوں سے حیدر رضا کے نمبر پر وہ وڈیو سینڈ کی تھی۔

.....

آدھے گھنٹے کے اندر وہ بلال کے ساتھ آفیس میں تھا۔ آتے ہی اُس نے ارشد صاحب کو اپنے کمرے میں بلایا تھا۔ وہ بلال کے ساتھ صوفے پر بیٹھا تھا

"ارشاد صاحب آپ نے اُن کو پیمٹ کر دی تھی۔۔؟؟"۔۔ وہ بظاہر سرسری لہجے میں پوچھ رہا تھا، ارشد صاحب کے اندر گھبراہٹ کی لہر دوڑی تھی۔۔

"آپ کیش نکال کر مجھے دے دیں، مجھے پرسنل کام کیلئے چاہیے"۔۔ اس کے بولنے پر اُنہوں نے پلین کے مطابق پیسوں کا غائب ہونے کا بتایا۔۔

لیکن حیدر سے زیادہ وہ خود ڈرے ہوئے تھے۔۔ پھر اُنہوں نے رانیہ کا نام لیا تھا۔۔ حیدر اُنہیں لیے باہر آیا تھا۔۔

"ہاں تو آپ کیا کہہ رہے تھے۔۔؟؟"۔۔ اُس نے سینے پر بازو باندھ کر سنجیدگی سے پوچھا۔۔  
"سر آپ کے سامنے کی بات ہے مس رانیہ ہم دونوں کے سامنے"۔۔ وہ ابھی پوری بات کرتے جب وہ اُن کی بات کاٹ گیا۔۔

"ایک منٹ ارشد صاحب، فیضان آن کرو"۔۔ اُس نے ہال میں لگی بڑی سی اسکرین کی طرف اشارہ کیا۔۔ اسکرین پر سُمیرا اور ارشد صاحب کا گندا منصوبہ سامنے تھا۔۔ اُس کے اشارے پر اسکرین آف ہوئی تھی۔۔ دونوں کا سر جھکا تھا

"جس کا نام آپ لے رہے ہیں ناں ارشد صاحب، اُس کو ان اسی ہزار سے کیا غرض، مجھ سمیت آفیس کی ہر چیز اُسی کی ہے۔" اُس کی بات پر سب کے ہی منہ کھلے تھے، سُمیرا کے کاٹو تو بدن میں لہو نہ ہونے والا حال تھا۔

"اُس کا تعارف میں آپ سب سے ہی کروا دیتا ہوں مسز حیدر ہوتی ہے وہ۔" حاضرین کی حیرت کو خاطر میں نہ لاتے وہ بلال کی طرف مڑا تھا۔

"آپ نے میرے باپ کا لحاظ کیا، میں بھی اُنہی کا لحاظ کرتے آپ کو جیل نہیں بھجوا رہا، لیکن آپ کی اس آفیس میں اب کوئی جگہ نہیں ہے۔" وہ خود پر ضبط کر کے بولتا سُمیرا کی طرف مڑا تھا۔

"مس سُمیرا اپنا سامان اٹھائیں، پانچ میں یہ آفیس چھوڑ دیں اور ہاں پلیز رسیپشن سے اپنا ٹرینیشن لیٹر لینا نہ بھولیے گا۔" وہ قطعیت سے کہہ کر آگے بڑھا تھا جب ارشد صاحب کی گڑگڑاتی آواز آئی تھی۔

"س۔۔ سر مجھ سے غلطی ہو گئی سر"

## Main pagal deewana tera by Biya Ahmed

"ارشاد صاحب بات یہ نہیں ہے کہ وہ میری بیوی ہے، بات یہ ہے کہ آپ کسی بھی انسان کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں،"۔۔۔ وہ سختی اور افسوس سے کہتا آفیس چھوڑ گیا تھا۔۔۔ وہ ویڈیو بنانے والا افضل تھا۔۔۔

.....

اقصیٰ فون رکھ چکی تھی، وہ بالکل گم سم بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔

کیا تھا وہ شخص۔۔۔؟؟

کیا تھی وہ اُس شخص کیلئے۔۔۔؟؟

کیا تھا وہ شخص اُس کیلئے۔۔۔؟؟

اُس کے دل کی حالت پوری کی پوری بدلی تھی۔۔۔ دل میں تو پہلے ہی وہ بستا تھا پر ابھی اسی وقت اُس کے دل نے اُس سے پوری کی پوری غداری کی تھی۔۔۔ بے اختیار اُسے حیدر رضا پر پیار آیا تھا۔۔۔ اپنی حالت پر وہ خود ہی شرمائی تھی۔۔۔

اُسے کچھ سمجھ نہیں آیا رات کے بارہ بج رہے تھے۔۔۔ وہ بے ساختہ اریب کے کمرے کے طرف بڑھی تھی۔۔۔ لیکن دروازے پر ہی ٹھٹھک کر رُک جانا پڑا تھا۔۔۔



"ہاہاہا!! مان گئے بھائی آپ کو"۔۔ اریب ہنستی ہوئی آواز میں کسی کو خراج تحسین پیش کر رہا تھا۔۔ وہ یقیناً اُسی سے بات کر رہا تھا۔۔

"ماننا پڑے گا میں تو آپ کا مُرید ہو گیا، آپ نے کہا تھا چھ دن لگیں گے، پر بھائی صرف چار دن"۔۔ اُس نے قہقہہ لگایا تھا۔۔ وہ اُلجھن کا شکار ہوئی تھی۔۔

"ویسے آپ نے ایسا کیا کیا کہ قرض اُتارو ملک سنوارو کی مہم چار دن میں ہی دم توڑ گئی۔۔؟؟"۔۔ وہ ہنستے ہوئے پوچھ رہا تھا۔۔ دو سیکنڈ لگے تھے اُسے ساری بات سمجھنے میں اُس نے خود پر ضبط کر کے مٹھیاں بھینچی تھیں۔۔ دو منٹ پہلے حیدر رضا کیلئے اُڈ آنے والے بے تحاشہ پیار کی جگہ دل نے اُس کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔۔

"سیکڑٹ!!! اچھا جی یعنی اپیہ اور آپ کا سیکڑٹ۔۔"۔۔ وہ منہ سُکیر کر بولنے کے بعد پھر ہنسا تھا۔۔ باتوں کے انداز سے ہی لگ رہا تھا کہ دوسری طرف کتنی خوشیاں منائی جا رہی تھی۔۔ "یعنی کہ محترم نے جان بوجھ کر مجھے اتنا تنگ کیا کہ میں آفیس ہی چھوڑ دوں"۔۔ وہ بڑبڑائی تھی۔۔

"اپنے قتل کے منصوبے پر خود ہی دستخط کی ہے آپ نے حیدر رضا"۔۔ وہ دانت کچکچاتی اپنے کمرے میں واپس چلی گئی تھی۔۔

.....

نوبے اٹھ کر وہ دل لگا کر تیار ہوئی تھی۔ اُسی کا لایا ہوا سٹوٹ جو اُس دن ڈرائیور دے گیا تھا۔ ڈرائیور کو وہ فون کر چکی تھی۔ اریب کالج جا چکا تھا۔ جبھی اماں نے اچھنبے سے اُسے دیکھا۔

"یہ تم کہاں جا رہی ہو، اتنی تیار ہو کر۔؟؟"۔ اُنہوں نے سر سے پیر تک اُسے گھورا جو ایسے تیار تھی جیسی عید ہو آج۔۔  
"آفیس"۔۔ وہ لاپرواہی سے بولی۔۔

"میں کہہ رہی ہوں رانیہ، کیوں میرا دماغ خراب کرنے پر تلی ہوئی ہو"۔ اُنہوں نے اپنا سر تھاما تھا۔ جب ہی ڈرائیور کا فون آیا وہ گیٹ پر تھا۔

"شام میں واپس آ کر بات کرتے ہیں"۔۔ وہ اُن کا گال چومتی دروازے کی جانب بڑھی۔۔  
"تم واپس آؤ شام میں تمہاری بارات تیار ملے گی تمہیں"۔۔ اُس کے کانوں میں اتنا ہی جملہ پڑا تھا، جو کہ اُس کا دل دھڑکا گیا تھا۔ وہ دھڑکتے دل کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی تھی جب کہ اماں کا ڈانٹاگ جاری تھا

"بُولتی ہوں اُسے لے جائے اُسے، خود ہی سنبھالے اِس سرپھری لڑکی کو"۔۔۔ وہ اِس بار  
پُر عزم تھیں۔۔۔

.....

"سُنو صاحب کے گھر چلو"۔۔۔ وہ ڈرائیور کو حکم دیتی موبائل چیک کرنے لگی۔۔۔ جہاں وہی کل  
والے نمبر سے مسڈ کال تھی۔۔۔

"کہاں میڈم۔۔۔؟؟"۔۔۔ ڈرائیور کو لگا اُس کو سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔۔۔

"لکھ کر دوں۔۔۔؟"۔۔۔ وہ پہلے ہی تپتی ہوئی تھی اُس پر اُس کا سوال۔۔۔

"نہیں جی"۔۔۔ وہ گھبرا کر بولا تھا۔۔۔ جبھی اُس کا فون بجا تھا۔۔۔

"ہیلو"۔۔۔ اُس نے جھکھکتے ہوئے کہا۔۔۔

"مِس رانیہ، پلیز سر سے کہیں مجھے جاب سے نہ نکالیں، مِس رانیہ میں آپ سے بھی معافی

مانگنے کو تیار ہوں"۔۔۔ ارشد صاحب کی شرمندگی سے بھرپور روتی ہوئی آواز آئی تھی۔۔۔

"میں بات کرتی ہوں اُن سے"۔۔۔ وہ مختصراً کہہ کر فون رکھ گئی تھی۔۔۔

بیس منٹ بعد وہ اُس کے چھوٹے مگر شاندار سے گھر کے سامنے کھڑی تھی۔۔۔ وہ اُتری تھی،

جب چوکیدار کے سر سے پیر تک اُسے گھور کر پوچھے گئے سوال نے اُسے پھر سے تپا ڈالا تھا،

## ***Main pagal deewana tera by Biya Ahmed***

وہ بے اختیار پیچھے ڈرائیور کی طرف مڑی تھی، انداز ایسا تھا جیسے کہہ رہی ہو اسے بتاؤ میں کون ہوں، اُس نے چوکیدار سے اُس کا تعارف کروایا آخر ڈرائیور صاحب دلہن کی طرف سے نکاح کے گواہ تھے۔۔

چوکیدار نے خیر مقدمی مسکراہٹ کے ساتھ سر پر ہاتھ رکھے دروازہ وا کیا تھا پر اُس کے منہ کے زاویے ویسے ہی بگڑے کے بگڑے ہی رہے تھے۔۔ اندر داخل ہو کر دوسرا سامنا اُس کا گھر کی ملازمہ سے ہوا تھا۔۔ اُس کے پوچھنے پر اب کے وہ ببانگِ دہل اعلان کر گئی تھی۔۔ "بیوی ہوں تمہارے صاحب کی اور کسی کو انٹرویو دینا ہے یا میں جاسکتی ہوں"۔۔ وہ چڑ کر پوچھ رہی تھی۔۔

"ارے چھوٹی بی بی جی، آئیں ناں بیٹھیں"۔۔ اُسے شاید وہاں سب ہی غائبانہ جانتے تھے۔۔ "مجھے بتاؤ تمہارے صاحب کا کمر کون سا ہے۔۔؟"۔۔ اُس کے بگڑے تیوروں کے باعث ملازمہ خاموشی سے سامنے والے کمرے کی طرف اشارہ کر گئی۔۔ اُس نے دھاڑ سے دروازہ کھولا تھا۔۔

.....

کمرے میں نیم اندھیرا تھا، اے سی کی کولنگ کے ساتھ لو اسپید پر پنکھا بھی چل رہا تھا۔۔



## ***Main pagal deewana tera by Biya Ahmed***

سامنے ہی وہ بیڈ کے پیچوں بیچ سر تا پیر بلیک خوبصورت سے بلینکٹ میں محو خواب تھا۔۔ گھنے بالوں والا آدھا سر بلینکٹ سے دکھائی دے رہا تھا اور آدھا بلینکٹ بیڈ سے نیچے سلامی دے رہا تھا۔۔

"اُف کیسے سوتے ہیں یہ"۔۔ اُس نے ایک پل کو کوفت سے سوچا لیکن پھر اچانک اصل مقصد یاد آیا، رات والا غصہ عود آیا۔۔

"میری نیند اڑا کر یہ یہاں مزے سے سو رہے ہیں"۔۔ وہ کچھ بھی سوچے بغیر آگے بڑھی تھی اور بلینکٹ کا کونا پکڑ کر اُس نے پوری قوت سے بلینکٹ ہٹایا تھا، اگلے ہی لمحے اُس کے ہاتھوں کے طوطے مینا سب اڑے تھے۔۔

وہ بغیر شرٹ کے صرف ٹرؤزر پہنے اوندھے منہ سو رہا تھا۔۔ بلینکٹ ہٹنے سے وہ ایک جھٹکے سے سیدھا ہوا تھا۔۔ جیسے ہی سیدھا ہوا تھا دونوں کی آنکھیں ملی تھیں۔۔

"اُف اللہ!!"۔۔ وہ دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ کر پوری کی پوری پلٹی تھی۔۔ جب کہ وہ ہنوز لیٹا ہوا سوچ رہا تھا کہ یہ خواب ہے یا اُس کی جانِ جگر صبح صبح واقعی اُس کے سامنے کھڑی ہے۔۔

کچھ سیکنڈ ایسے ہی گزرے تھے۔۔

"کیوں خوابوں میں آ آ کر میرا ضبط آزماتی ہو یا۔۔" اُس کی بڑبڑاہٹ پر اُس نے دھڑ دھڑ ہوتے دل کے ساتھ آنکھوں سے ہاتھ ہٹا کر پلٹ کر دیکھا تھا۔۔

جہاں وہ بلیںکٹ سینے پر اوڑھے دوبارہ سو چکا تھا۔۔ اُس کے تو سر پر لگی پیروں میں بُجھی۔۔

اُس نے دروازے کی دائیں طرف لگے سوئچ بورڈ پر ہاتھ مارا تھا، کمر اُپل میں روشن ہوا تھا۔۔

"نہ تنگ کیا کر جانِ جگر کسی دن ہاتھ لگ گئی ناں قسم سے نہیں چھوڑنا میں نے تمہیں۔۔" آنکھوں میں پڑی روشنی کے باعث اُس کی آنکھیں چندھیائی تھیں وہ بڑبڑاتا ایک خُمار آلود دلکش مُسکراہٹ اُس کی طرف اُچھالتا تکیہ سر پر رکھتا کروٹ بدل گیا تھا۔۔ پر اُس کا دل اچھا خاصا دھڑکا گیا تھا۔۔

"اُف نشہ کر کے سوئے ہیں کیا۔۔ اُٹھیں۔۔" اب کے وہ تپ کر آگے بڑھ کر اُس کے سر پر چلائی تھی۔۔ وہ ایک دم سیدھا ہوتے آنکھیں کھول گیا تھا۔۔

"تیری تو!!"۔۔ اگلے ہی پل وہ اُس کے اوپر تھی۔۔ وہ جواب تک سمجھ رہا تھا کہ روز کی طرح وہ ایک حسین خواب دیکھا رہا تھا لیکن وہ حقیقت بنی اُس کے مضبوط بازوؤں میں تڑپ رہی تھی، کیوں کی اُس کے منہ سے نکلتی چیخ سے وہ اُس کی منہ پر ہاتھ رکھ گیا تھا۔۔

حیدر نے رُخ بدلہ تھا اب وہ نیچے تھی اور وہ اُس کے اوپر جھکا حیرت سے اُسے دیکھنے میں مصروف تھا اُس کے چہرے پر گرفت ڈھیلی ہوئی تھی چونکا تو تب جب وہ آنسوؤں بھرے لہجے میں اُس سے اپنی گرفت سے آزاد کرنے کی درخواست کر رہی تھی۔۔

"پ۔۔ پلِز۔۔"

وہ ایک دم پیچھے ہٹا تھا۔۔ وہ سرعت سے اُس کے بازوؤں سے نکل کر بیڈ سے کھڑی ہوتی دو تین قدم دور جاتے اپنے آنسو صاف کرتی اپنے حواس دُست کر رہی تھی۔۔

"آئم سوری میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا تھا، میں سمجھا روز کی طرح ایک حسین خواب ہے۔۔" پہلے شرمندگی سے کہتا آخر میں اُس کا لہجہ شرارت بھرا ہوا تھا۔۔

اُس کی شرمندگی اور سوری رانیہ کو عجیب سا سکون بخش گئے تھے۔۔ اُس نے اُس کی طرف دیکھا وہ بکھرے بالوں سمیت بیڈ پر نیم دراز ٹانگوں پر بلینکٹ اوڑھے اُسے شرارت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔

وائیٹ اسٹریٹ کھلا گرتا اسٹائل شرٹ جس کی آستینیں اُس کی کلائیوں سے بھی ایک انچ نیچی تھیں۔۔ وائیٹ ہی ٹراؤزر، میرون چُنری کا ڈوپٹہ اوڑھے وہ حیدر رضا کے دل کے تاروں کو چھیڑ گئی تھی۔۔

اُس کی نظریں خود پر محسوس کرتی وہ سُرخ چہرے کے ساتھ اُس کے کمرے میں نظر دوڑانے لگی تھی، دائیں سائیڈ پر اُسے وارڈ روب دیکھی تھی وہ تپے تپے انداز میں اُس طرف بڑھی تھی۔۔ اُس نے وارڈ روب کھولی تھی

"کیا شفٹ ہونے آئی ہو جانِ جگر۔۔؟؟"۔۔ اُسے اندر سر گھسائے دیکھ کر وہ حیرت اور مزے سے پوچھ رہا تھا

"بد تمیز، بے شرم نہ ہوں تو، بندے میں تھوری سی تو شرم ہوتی ہے"۔۔ وہ بڑبڑاتی جب پلٹی تو اُس کے ہاتھ میں اپنی شرٹ دیکھ کر وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔۔

اُس نے غصے سے شرٹ اُس کی طرف پھینکی تھی۔۔ جو وہ ہنستے ہوئے کیچ کر چُکا تھا۔۔ اُسے ہنستا دیکھ کر اُس نے ناراضگی سے رُخ موڑا تھا، وہ شرٹ پہنتا اُس کے پیچھے آکھڑا ہوا۔۔

"رانیہ"۔۔ اُس نے ہولے سے پُکارا۔۔

"آپ نے اچھا نہیں کیا"۔۔ وہ بھرائی آواز میں بولی اُسے روتے دیکھ کر وہ بوکھلا گیا تھا۔۔

"یار پہن تولی ہے"۔۔ حیدر نے پیار سے اُس کا رُخ اپنی طرف مُوڑا تھا۔۔ انداز شرارت بھرا تھا۔۔



"میں شرٹ کی بات نہیں کر رہی۔"۔۔ تڑخ کر بولتی اُس کے ہاتھ اپنے کندھے سے ہٹائے تھے۔۔

"آپ نے اریب کے ساتھ مل کر میرا مزاق اڑایا مجھے بیوقوف بنایا۔"۔۔ وہ آنکھوں میں آئی نمی کو پیچھے دھکیلتی بولی۔۔

"اب بنے بنائے کو اور کیا بنانا۔"۔۔ بے ساختہ جملہ منہ سے برآمد ہوا تھا پر درحقیقت وہ اپنی شامت بلا بیٹھا تھا۔۔ وہ خطرناک تیوروں سے اُس کی جانب بڑھی تھی وہ پیچھے ہٹا گیا تھا۔۔

"رانیہ میری بات سُنو۔"۔۔ وہ گھبرایا سا پیچھے ہٹتے گیا

"اُس دن جیل میں اریب فیتے کی وجہ سے تھا مجھ سے چھپایا، اماں کو ہاسپٹل لے گئے مجھے نہیں بتایا۔"۔۔ وہ آگے بڑھتے بولتے بولتے اُس پر چڑھ دوڑی تھی

"مجھے فیتے سے بچایا، مجھے پتا بھی چلنے نہ دیا۔"۔۔ اُس کے مرنے والے انداز پر لاکھوں لوگوں کی بولتی بند کروانے والا حیدر رضا بوکھلایا ہوا سا تھا۔۔

"یار میری بات تو سُنو، مجھے بولنے تو دو۔"۔۔ بیوی کے سامنے شائد بڑوں بڑوں کا یہی حال ہوتا ہے جو اس وقت حیدر رضا کا ہو رہا تھا۔۔

"مجھے بابر احمد اور ارشد صاحب سے"--اب اُس کا لہجہ بھرایا تھا۔ ارشد صاحب کے نام پر وہ چُونکا تھا۔ مطلب وہ جان چکی تھی۔

"مجھ۔۔مجھے"--بولتے بولتے اُس کے حلق میں آنسوؤں کا گولا پھنسا تھا۔

وہ پیچھے ہٹے ہٹے ایک دم اُس کے دونوں ہاتھ تھام گیا تھا۔

"رانیہ بس میری جان"--حیدر رضوانے بے اختیار اُسے خود سے لگایا تھا، وہ اُس کے سینے سے لگی رو دی تھی۔

"کیوں کیا اتنا سب کچھ میرے لیے، آپ اتنے امیر ہیں، اسمارٹ ہینڈسم ہیں آپ کو تو کوئی بھی مل جاتی"--روتے روتے وہ اپنے شوہر کی تعریف کیے جارہی تھی۔ اُس کے انداز پر اُس کا قہقہہ بے ساختہ تھا وہ فدا ہی تو ہوا تھا۔

"دل آئے گدھی پر تو پری کیا چیز ہے"--وہ اُس کے جھکے سر کو دیکھتا بے ساختہ شرارت سے بولا تھا۔ اُس نے ایک جھٹکے سے سر اُپر اٹھایا تھا۔

"آ۔۔آپ نے مجھے۔۔"--وہ اُس کے گدھی بولنے پر صدمے سے بے ہوش ہونے کو تھی۔

"یعنی تمہیں یقین ہے کہ میرا تم پر دل آیا ہے۔۔؟؟"--وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتا

سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا، اُس کا دل ٹھٹھکا تھا۔

"مجھے پہلے ہی سے پتا تھا، آپ مجھ سے صرف ہمدردی میں شادی کر رہے ہیں، کسی نے میری بات نہیں سنی"۔۔۔ وہ نم لہجے میں بولتی ایک جھٹکے سے اُس سے الگ ہوئی تھی۔۔

"ہمدردی میں کوئی کسی کے پیچھے اتنا خوار ہوتا ہے۔۔؟؟"۔۔ وہ اُس کی آنکھوں میں حیرت دیکھتا مزے سے بولے جا رہا تھا۔۔

"جب تم فیقے کے اپنے اُوپر دیوانہ ہونے کے غم میں رو رہی تھی، حیدر رضا تو اُسی وقت تم پر پہلی نظر میں ہی فدا ہوا تھا"۔۔ اب کہ وہ دونوں ہاتھ اُس کے کندھوں پر رکھتا بولا تھا۔۔

"ہمدردی میں کوئی اپنا بنا بنایا کڑوڑوں کا بزنس داؤ پر لگاتا ہے کیا۔۔؟؟"۔۔ وہ محبت سے اُس کا چہرہ دیکھتا شرارت سے بولا تھا۔۔

"اگر یہ ہمدردی ہے تو میں یہ پیاری سی ہمدردی ساری زندگی کرنے کو تیار ہوں جانِ جگر"۔۔

اُسے پھر سے خود میں سمو گیا تھا۔۔ پوری بات پر دھیان دیئے بغیر اُس کا ذہن جانِ جگر پر اٹکا تھا اُسے اچانک جانِ من یاد آئی تھی اُس کا دل جل کر خاک ہوا تھا

"اور وہ جانِ من۔۔ آپ کی زندگی میں پہلے ہی سے کوئی جانِ من ہے"۔۔ وہ اُس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اُسے خود سے دور کرتی جل کر بولی تھی۔۔ اب کہ وہ اُونچا قہقہہ لگا گیا تھا۔۔

"یار تم جانِ جگر اور وہ جانِ من"۔۔ وہ معصومیت سے بولا

"مط۔۔ مطلب سچ میں کوئی جانِ من ہے۔۔ وہ رو دینے کو ہوئی تھی۔۔ اُس کی شکل دیکھ کر وہ زور کی آئی ہنسی کو ضبط کر کے معصومیت سے اثبات میں سر ہلا گیا تھا۔۔

"مجبوری ہے، دونوں کو میری خاطر کو پرمائز (سمجھوتہ) کرنا پڑے گا، میں دونوں سے بہت محبت کرتا ہوں۔۔ وہ چہرے پر مظلومیت لاتا بولا۔۔

"میں جان نکال دوں گی۔۔ وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھتی غصے سے بولی۔۔

"ارے ارے یہ غضب نہ کرنا، جان ہے وہ میری۔۔ وہ ڈرنے کی ایکٹنگ کرتا اُس کو زہر لگا تھا۔۔

"اُس کی نہیں آپ کی۔۔ وہ دونوں ہاتھ اُس کی گردن کی طرف بڑھا کر بولی

"ارے ارے" وہ چہرہ پیچھے کرتا قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔۔ تبھی باہر سے آتی کسی زنانہ آواز پر وہ ٹھٹھکی تھی۔۔

"یہ۔۔ یہ کک کون۔۔؟؟"۔۔ وہ ہکلائی تھی، اُس کا دل کانپا تھا۔۔ مطلب وہ مذاق نہیں کر رہا تھا۔۔

"جانِ من۔۔ میری جانِ من۔۔ وہ انتہائی محبت سے بولا تھا اُس کا دل چھن سے ٹوٹا تھا، آنکھیں تیزی سے بھیگی تھیں



"کب سے آئی ہوئی ہے وہ کسی نے مجھے بتایا ہی نہیں ہے۔۔ کہاں ہے وہ۔۔؟؟"۔۔ واضح آواز آئی تھی۔۔

"وہ یہاں آرہی ہے۔۔؟؟"۔۔ وہ گھبرائی تھی۔۔ اُس نے ہنس کر اثبات میں سر ہلایا تھا۔۔  
"پ۔۔ پلیز مجھے چھپائیں، جلدی"۔۔ وہ ادھر ادھر دیکھتی گھبراہٹ میں بولی تھی۔۔

.....

"کہاں ہے وہ۔۔؟؟"۔۔ دھاڑ سے دروازہ کھول کر اُس کر کوئی اندر آیا تھا۔۔ کمرے کے بیچوں بیچ کھڑے حیدر نے بڑی محبت سے اپنی جانِ من کو دیکھا تھا۔۔  
"بس میری جانِ من کے ڈر سے چھپ گئی ہے"۔۔ وہ ہنستا ہوا بولا تھا۔۔  
"ہیں۔۔؟؟ تم نے چھپایا ہے اُسے۔۔؟؟"۔۔ طائرانہ نگاہوں سے کمرے کو دیکھ کر اُس سے پوچھا گیا، تبھی حیدر رضا کے پیچھے سے اُس نے سر نکالا تھا۔۔ اُس کے چوڑے وجود کے پیچھے اُس کا نازک سا وجود بالکل چھپ سا گیا تھا۔۔

"لو اپنے پیچھے چھپایا ہے اسے ادھر آؤ"۔۔ انداز میں محبت تھی، وہ ہنسا تھا جب کہ حیدر رضا کی خوبصورت سی جانِ من کو دیکھ کر اُس پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔۔ وہ جھجھکتی ہوئی اُس کے پیچھے سے نکلی تھی پر اُس کی جانِ من نے محبت سے اُس کی کلائی تھام کر اُس

## ***Main pagal deewana tera by Biya Ahmed***

کے چہرے پر چٹا چٹ پیار کر کے اُسے گلے لگایا تھا۔ اُس کے سامنے محبت کے کھلم کھلا  
اظہار پر اُس کا چہرہ سُرخ ہوا تھا۔

"دادی ہوں میں اِس نالائق کی، ماں تو بچپن میں ہی اللہ کو پیاری ہو گئی تھی، باپ ابھی کچھ  
سال ہی ہمیں چھوڑ گیا۔" انہوں نے اُس کے دل سے بوجھ ہٹایا تھا۔ اُس نے پیچھے مڑ کر  
اُسے گھور کر دیکھا تھا وہ زور سے قہقہہ لگا گیا تھا۔



## خوشخبری

اگر آپ لکھ سکتے ہیں اور اپنے اندر کے لکھاری کو باہر لانا چاہتے ہیں تو لکھاری آن لائن میگزین آپ کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بہت اچھا پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ لکھاری آن لائن میگزین کا حصہ بنئے اور آج ہی اپنی تحریر (افسانہ، ناول، ناولٹ، کالم، مضامین، شاعری) اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ آپ کی کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتے کے اندر ہمارے سب ویب بلاگز (ویب سائٹس) اور سوشل میڈیا گروپس اور پیجز پر پبلش کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ابھی رابطہ کریں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- [aatish2kx@gmail.com](mailto:aatish2kx@gmail.com)

Facebook ID :- [www.facebook.com/aatish2k11](https://www.facebook.com/aatish2k11)

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUSSION

"مجھے پتا ہے اس نے تمہیں بہت تنگ کیا ہے، یہ گدھا مجھے جانِ من کہتا ہے۔"۔۔ وہ محبت سے بولیں۔۔ وہ ایک مہینے سے اپنے دوسرے بیٹے کے پاس لاہور گئی تھیں۔۔

"اب پتا چلا گدھی کیوں بولا تھا تمہیں۔"۔۔ وہ اُس کے کان میں سرگوشی کرتا بولا۔۔ اب کی بار رانیہ کا دل کیا تھا قہقہہ لگانے کا پر وہ ضبط کر کے زور سے ہنسی تھی۔۔

"ہٹو، کیا کان میں لطیفے سنارہے ہو میری بہو کے۔"۔۔ وہ اُسے جھڑک کر بولیں رانیہ کو مزہ آیا تھا اُس کی درگت بنتے دیکھ کر۔۔ تبھی ملازمہ ہاتھ میں دو تین ڈبے اُٹھاتی اُن کو تھماتی واپس گئی تھی۔۔

"چلو بیٹھو، دونوں وہاں بیڈ پر۔"۔۔ وہ ڈبے تھامتی بیڈ پر رکھتی بولیں۔۔ اُس نے سوالیہ نظروں سے حیدر کو دیکھا تھا۔۔ اُس نے لاعلمی میں کندھے اُچکائے تھے۔۔ وہ جا کر سامنے بیڈ پر ایک گھٹنہ موڑ کر بیٹھ گیا تھا۔۔ وہ جھکھکتی ہوئی بیڈ کے پاس آئی تھی، انہوں نے اُسے حیدر کے بمقابلہ بٹھایا تھا وہ شوخ نظروں سے اُس کو دیکھتا اُسے کنفیوژد کیئے ہوئے تھا۔۔

"یہ میری بہو کو پہناؤ۔"۔۔ انہوں نے حیدر کے پاس کھڑے ہوتے اُسے خوبصورت نفیس سی چین تھمائی تھی۔۔ اُن کے کہنے پر بہو کی آنکھیں جھکی تھیں۔۔ وہ چین تھام کر مسکرا کر اُس کے قریب کھسکا تھا



"بیٹا اپنے بال اٹھاؤ۔۔ انہوں نے اُسے دیکھ کر پیار سے کہا تھا۔

"یہ کام آپ کا پوتا بھی کر سکتا تھا۔۔ وہ اُس پر جھکتا اُس کے کان میں سرگوشی کرتا بولا تھا۔ اُس کے دل نے اُس دن کی طرح اُس کی قربت میں ٹرین کی اسپید پکڑی تھی۔ اُس کی گرم گرم سانسیں اپنی گردن پر محسوس کرتی اُس کی ہتھیلیاں بھیگی تھیں

وہ اُس کی قربت میں سب بھولا ہوا تھا جب اچانک حیدر رضا کی کھڑی خوبصورت ناک بے دھیانی میں رانیہ حیدر کی گردن کو چھونے کی غلطی کر گئی تھی۔

"آؤج۔۔ وہ جو پہلے ہی اُس کی قربت میں پگھلی رہی تھی اُس کے ذرا سے لمس سے اُچھلی تھی۔۔ وہ سیدھا ہوا تھا

"کیا کر رہے ہو حیدر۔۔؟؟۔۔ کیا ہوا بیٹا لگی کیا۔۔؟؟۔۔" وہ پوتے کو سرزنش کرتی اُس کے چہرے کو دیکھ کر پوچھ رہی تھیں۔۔ وہ اُس کا سُرخ چہرہ دیکھ کر مُسکرائے جا رہا تھا۔ وہ حیدر کے پیچھے کھڑی تھیں۔۔

"وہ۔۔ وہ دادی شائد چین کا لاک لگا تھا۔۔ اُس نے کچھ تو بولنا تھا۔ اُس کی بات پر وہ شرارت سے مُسکرایا تھا۔

"حیدر۔۔ انہوں نے اُسے کڑے تیوروں سے گھورا۔

"نہیں دادی اس بار پیار سے پہناؤں گا"۔۔ وہ معنی خیزی سے کہتا دوبارہ اُس پر جھکا تھا۔۔ اس بار چین کا لاگ لگا کر حیدر رضا نے نرمی سے اُس کی گردن کو اپنے لبوں سے چھوا تھا، اُس کے جسم میں برقی سے دوڑی تھی۔۔ بے اختیار بیڈ پر رکھی اُس کی ٹانگ پر گھٹنوں سے کچھ اوپر والی جگہ کو اُس نے مٹھی میں جکڑا تھا۔۔ وہ آنکھوں میں معنی خیز شرارت لیے اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہنسا تھا۔۔

"اب پوچھیں اپنی بہو سے کوئی تکلیف دی میں نے اسے۔۔؟؟"۔۔ وہ معنی خیز مسکراہٹ سے اُس کی آنکھوں میں دیکھتا بولا۔۔

"مم۔۔ میں چلتی ہوں"۔۔ وہ سُرخ چہرہ لیے ایک دم کھڑی ہوئی تھی۔۔

"ایسے ہی جانے دوں گی کیا میں اپنی بہو کو"۔۔ وہ اُس کا ہاتھ تھام گئی تھیں۔۔ حیدر نے اٹھ کر اُن کو اپنی جگہ دی تھی۔۔

"فون ملاؤ ذرا میری سدھن کو، آج دوپہر کے کھانے کی دعوت دوں گی"۔۔ وہ مسکرا کر سر ہلاتا موبائل لے آیا۔۔ وہ گھبرائی تھی۔۔

"اُف اماں تو پہلے ہی مجھے رخصت کرنے کو تیار بیٹھی ہیں، اب تو تو گئی بیٹا"۔۔ وہ بڑبڑائی تھی جو اُس نے بخوبی سُن لی تھی۔۔

"بلکل گئی"۔۔ وہ شرارت سے بولا تھا دادی فون کان سے لگائے کمرے سے جا چکی تھیں وہ اپنے ہاتھ مسلنے لگی۔۔

"مجھے آ۔۔ آپ سے ایک بات کہنی تھی"۔۔ وہ سر جھکائے بولتی اُس کو پاگل کیئے دے رہی تھی۔۔

"تھم کرو جانِ جگر"۔۔ وہ اُسے اپنی محبت بھری نظروں کی گرفت میں لیتا بولا۔۔ اُس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی ملازمہ دروازہ کھٹکھٹا کر حیدر کا بچتا موبائل دے گئی تھی۔۔ وہ فون کان سے لگا گیا تھا۔۔

"جی صدیقی صاحب۔۔ آپ وہ فائل دیکھ لیں میں یہ ڈنر اٹینڈ کروں گا۔۔ اوکے"۔۔ اُس کے کان کھڑے ہوئے تھے۔۔ وہ فون رکھتا اُس کی جانب مُتوجہ ہوا جو کڑے تیوروں سے اُسے گھور رہی تھی۔۔

"اب کیا جرم ہو گیا تمہارے ہینڈ سم معصوم سے شوہر سے"۔۔ وہ اُسے خود کو گھورتا پا کر معصومیت سے استفسار کر رہا تھا۔۔

"بلکل نہیں جا رہے آپ اُس ڈنر پر"۔۔ وہ تپ کر بولی تھی۔۔

"بزنس ڈنر ہے یار"۔۔ وہ اُس کا تپا تپا چہرہ نظروں کی گرفت میں لیتا بیڈ پر بیٹھا تھا دونوں ہاتھ پیچھے رکھتا خود کو بھی تھوڑا سا پیچھے کر کے وہ ہاتھوں کے ہی سہارے بیٹھا اُس کو نظروں میں فوکس کیا تھا۔۔

"پتا ہے مجھے کیا ہوتا ہے ان بزنس ڈنرز پر اور آپ۔۔ آپ کو ذرا شرم نہیں آئی تھی اُس دن"۔۔ وہ بولتے بولتے رُکی تھی۔۔

"کیوں کیا کیا تھا میں نے اُس دن۔۔؟؟"۔۔ اُس نے اپنی یادداشت کھنگالی۔۔

"ایسے بٹن کھول کر ہاتھ میں سگریٹ لیے گھوم رہے تھے جیسے کہیں کے ہیرو ہوں"۔۔ وہ غصے میں بولتی چلی گئی تھی۔۔ وہ قہقہہ لگاتا اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔

"لیکن تمہاری نظروں نے تو اُس دن کہا تھا حیدر رضا بہت اچھا لگ رہا ہے"۔۔ وہ جھک کر اُس کا چہرہ دیکھتا پوچھ رہا تھا، وہ اب کے چپ ہی رہی تھی۔۔

"تبھی تو کہہ رہی ہوں مت جائیں"۔۔ وہ یہ بولنے کی ہمت نہ کر سکی تھی، پر اُس کے چہرے پر عدم تحفظ دیکھ کر وہ مسکرایا تھا۔۔

"تمہیں پتا ہے رانیہ کامیابی کیا ہے۔۔؟؟"۔۔ اب کے اُس کا لہجہ سنجیدہ تھا۔۔



"خود کو حالات کے مطابق ڈھالنا۔ میں ایسا ہی ہوں، بزنس کی دُنیا کا حیدر رضا تم بلکل الگ پاؤ گی کیوں کہ وہاں ہر قسم کے لوگوں کو اُنہی کے انداز میں ڈیل کرنا ہوتا ہے۔۔۔ باس کے رُوپ میں رُعب والا۔۔۔ اور۔۔۔" وہ اچانک رُکا تھا وہ جو اُس کی باتیں بغور سُن رہی تھی۔۔۔ اُس کے رُکنے پر وہ سر اُٹھا کر اُس کی آنکھوں میں دیکھنے کی غلطی کر بیٹھی تھی۔۔۔

"اور اپنی جانِ جگر کے لیے حیدر رضا کو چاہتوں سے بھرپور پاؤ گی۔۔۔ وہ اُس کی طرف جُھکا تھا،

وہ بے اختیار شرمیلی مسکراہٹ سے چہرہ جُھکا گئی تھی۔۔۔ اُس کے چہرے پر اپنی چاہتوں کا بے پناہ عکس دیکھ کر وہ مبہوت ہوا تھا۔۔۔

"میری بات تو بیچ میں ہی رہ گئی۔۔۔ وہ اُس کو خود پر نثار ہوتے دیکھ کر ممننائی تھی۔۔۔ وہ ہنس کر اُس سے دور ہوا تھا۔۔۔

"تھم کیا کرو جانِ حیدر۔۔۔ اُس کو محبت بھری نظروں کی گرفت میں لیا۔۔۔

"میرا حق مہر کتنا ہے۔۔۔؟؟" وہ جھجک کر پوچھتی اُس کو حیران کر گئی تھی۔۔۔

"دولا کھ۔۔۔ وہ بولا تھا۔۔۔

"مم۔۔۔ مجھے سیونٹی فائیو تھاؤزنڈ مل سکتے ہیں ابھی۔۔۔؟؟" وہ ہچکچائی تھی۔۔۔

"ابھی۔۔؟؟"۔۔ ایک لمحے کو وہ حیرت زدہ ہوا تھا لیکن پھر آگے بڑھ کر دراز سے چیک بُک نکال کر چیک لکھا پھر سائین کر کے اُس کے حوالے چیک کیا تھا۔۔

"میں نے اپنے ابا کا قرض اُتار دیا"۔۔ وہ چیک واپس اُسی کی طرف بڑھاتے نم لہجے میں بولی تھی۔۔

وہ آنکھوں میں ڈھیر ساری محبت لیے اُس چھوٹی سی لڑکی کو دیکھے گیا۔۔ جس کی آنکھوں میں ستارے چمک رہے تھے۔۔

"میں ایسے ہی تو تمہارے لیے پاگل دیوانہ نہیں ہوا"۔۔ وہ اُسے خود سے لگاتا ہنستے ہوئے بولا تھا وہ جھینپی تھی۔۔

"اب باقی کا حق مہر میں شادی کی رات ادا کروں گا"۔۔ اُس کی بات پر رانیہ کا چہرہ سُرخ ہوا تھا۔۔ وہ اُس کے حصار سے نکلی تھی۔۔ وہ قہقہہ لگا گیا تھا

"ایک اور بات کہنی تھی آپ سے۔۔؟؟"۔۔ اب کے اُس کے چہرے پر واضح پریشانی دیکھ کر اُس نے سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھا تھا۔۔

"ارشاد صاحب کو معاف کر دیں پلیز"۔۔ وہ التجائی انداز میں بولی تھی وہ ایک دم سنجیدہ ہوا تھا۔۔

"رانہ کچھ اور بولو"۔۔ انداز حتمی تھا۔۔

"پلیز حیدر وہ رو رہے تھے"۔۔ وہ نم لہجے میں بولی وہ چُونکا تھا۔۔

"کیا کہا ابھی تم نے۔۔؟"۔۔ وہ ایک قدم آگے آیا تھا۔۔

"وہ رو رہے تھے"۔۔ وہ حیرانگی سے بولی تھی۔۔

"نہیں اُس سے پہلے۔۔؟؟" وہ اُس کو مزید حیرت میں ڈال گیا تھا۔۔

"حیدر"۔۔ وہ جلدی سے بول گئی تھی۔۔

"جانِ جگر، آج سے پہلے مجھے اپنا نام کبھی اتنا خوبصورت نہیں لگا"۔۔ وہ اُس کے قریب ہوا تھا۔۔

"پیچھے ہٹیں"۔۔ اُس کی ابھی کچھ دیر پہلے والی حرکت کو یاد کر کے وہ بُدکی تھی۔۔ وہ بے ساختہ ہنسا تھا۔۔

"اچھا بتاؤ سُمیرا کو بھی واپس بلا لوں۔۔؟؟" وہ بیچاری بھی تو رو رہی ہوگی ناں"۔۔ وہ اُس کو دیکھتا شرارت سے پوچھ رہا تھا۔۔

"خبردار"۔۔ وہ اُنکی اٹھا کر دھمکاتے ہوئے بولی تھی۔۔

## خوشخبری رائٹرز متوجہ ہوں

ہر لکھاری کا خواب ہوتا ہے کہ اس کی تحریر کتابی صورت میں بھی شائع ہو اور انکی کتاب بک شیلف کی زینت بنے۔ آپ بھی ایک لکھاری ہیں اور اپنی تحریر کو کتابی شکل میں لانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ ہم آپ کی تحریر کو بہت کم ٹائم اور بہت مناسب قیمت میں آپ کی خواہش کے مطابق بہت عمدہ اور معیاری کوالٹی میں کتابی صورت میں شائع کرنے میں آپ کی مدد کریں گے۔ مزید معلومات کے لئے نیچے دئے گئے ایڈریس پر ابھی رابطہ کریں۔

**Prime Urdu Novels Publications**

**Whatsapp : 03335586927**

**Email : aatish2kx@gmail.com**

"کیا چیز ہو یا تم۔؟؟"۔۔ وہ اُس کی اُنکی تھامے محبت بھری حیرت سے ہنستے ہوئے پوچھ رہا تھا۔۔

"رانیہ حیدر"۔۔ وہ گردن اٹھا کر بولی تھی۔۔



## ***Main pagal deewana tera by Biya Ahmed***

"اور"۔۔ ہیرو نے ہیروئین کی تھامی اُنکی کو اُوپر کے کے ہیروئین کے ہاتھ کو اُس کے قد سے اُنچا کیا تھا۔۔

"میں پاگل دیوانہ تیرا"۔۔

ہیرو اپنی دلکش آواز میں گاتا ہیروئین کو اُنکی سے گول گول گھمانے لگا تھا اور ہیروئین کھلکھلا کر ہنستی گول گول گھومتی آخر کار ہیرو کے بازو پر آگری تھی، اور ہیرو محبت سے اپنی ہیروئین پر جھکا تھا پر یہ کیا ہیروئین نے شرما کر اپنے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھے تھے۔۔

ہیرو ہیروئین کی اِس ادا پر مزید فدا ہوتے اُس کی پیشانی سے پیشانی ٹکرا گیا تھا

.....

□ ♥ □ ♥ ختم شد □ ♥ □ ♥